درس حدیث

محمد اظہر مدنی

نیک عمل کے قبول ہونے کی بنیاد

عن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی...

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی اجر ملے گا۔(صحیح بخاری)

ایمان کے بعد عمل کا مرحلہ شروع ہوتا ہے اور عمل نیت سے مشروط ہے۔ ہر انسان کا عمل اس کی نیت کے مطابق مقبول ہوتا ہے۔ عمل کرتے وقت اگر بندے کے دل میں دکھاوے اور ریاکاری کا شائبہ پیدا ہو گیا تو ایسے عمل کی کوئی قیمت اور حیثیت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ اس لئے ہر نیک عمل میں اللہ کی خوشنودی ضروری ہے۔ چاہے قربانی کرنے کا موقع ہو، یا نماز کی ادائیگی کا موقع ہو۔ غریبوں کو زکوۃ اور صدقہ وفطرہ دینے کا موقع ہو۔ یا دیگر احکام کی ادائیگی کا موقع ہو سب میں بندہ کے اندر اللہ کی رضا مطلوب ہونی چاہیے۔ جو بھی کام کرے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کرے، اگر ان کاموں میں تھوڑی سی بھی خود غرضی اور دکھاوے کا شائبہ پیدا ہو گا تو وقت اور محنت دونوں اکارت ہو جائے گی۔ اس لئے ہر نیک کام کے وقت اخلاص نیت کا خیال رہنا چاہیے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں نیت اور ارادے کی تشریح اور وضاحت ان لفظوں میں بھی کی گئی ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ لا ینظر الی اجسامکم ولا الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے جسم اور شکل وصورت کی طرف نہیں دیکھتا ہے بلکہ تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے۔

اس حدیث میں اللہ کے بندوں کو یہ پیغام دیا گیا اور نصیحت کی گئی ہے کہ ظاہری شکل وصورت کی کوئی وقعت اور وزن نہیں، اگر کسی غریب، بیوہ، ضرورت مند اور یتیم وغیرہ کی مدد کرتے وقت نیت صاف نہیں ہے اور مدد کرنے کا مقصد کچھ اور ہے تو دولت کی ریل پیل کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے، کیوں کہ دولت کی نعمت دے کر بھی بندہ کو اللہ تعالیٰ آزماتا ہے۔ کسی بیمار کی مدد کرتے وقت اگر دل میں شہرت طلبی اور خود غرض درآئی ہے تو یہ بظاہر مدد تو ہے لیکن اللہ کی خوشنودی سے محرومی کا سبب ہے۔ اس لئے ہر کام میں اخلاص اور اللہ کی خوشنودی پیش نظر ہونی چاہیے۔

قرآن میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اخلاص اپنانے کی تاکید کی ہے۔ فرمایا: وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاء (سورہ البینۃ آیت ۵) ’’انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔ ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوۃ دیتے رہیں یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔‘‘

قرآن کی اس آیت سے اخلاص کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے اور اس میں اسلام کے دو اہم رکن نماز اور زکوۃ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ چاہے بدنی وجسمانی عبادت ہو یا مالی عبادت ہو، سماجی وانسانی خدمت ہو۔ سب میں اخلاص کی بڑی اہمیت ہے اور اسی پر ہمارے اعمال کے قبول ہونے کا دارومدار ہے۔ مذکورہ حدیث میں بھی اخلاص نیت کی تلقین ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر کام وعمل میں اخلاص اپنانے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
مولانا محمد خورشید عالم
مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمن فیضی　مولانا شہاب الدین مدنی　ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی　مولانا طہ سعید خالد مدنی　مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
اندرونِ میقات کے لوگوں کے لئے حج وعمرہ کی میقات ۸
گستاخان صحابہ کرام کا انجام (چند حقائق وشواہد کے آئینے میں) ۱۱
آگئے ہیں امام حرم (نظم) ۱۴
اسلام نے تجارت اور ہنر سیکھنے کی ترغیب دی ہے ۱۵
جن لوگوں سے اللہ نفرت کرتا ہے ۱۹
آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی تاسیس (موجودہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند) ۲۳
۳۵ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی بابت احباب جماعت کے تاثرات ۲۷
جماعتی خبریں ۳۰
گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجئے۔ ۳۱
اپیل ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

احترام انسانیت

احترام واکرام ہر انسان کا فطری حق ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ انسانیت کا احترام کرنا اور اس کے کام آنا ہر انسان پر فرض ہے۔ یہ بات ہر انسان بحیثیت انسان سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ اس کے اندر کی انسانیت مر نہیں گئی ہو اور تدین کا کوئی حصہ باقی رہ گیا ہو تو۔ کسی نے سچ کہا ہے:

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اس میں سب سے خطرناک موڑ اس وقت آجاتا ہے جب انسان حیوان بن جاتا ہے، بلکہ جب اس پر حیوانیت پورے طور پر سوار ہوجاتی ہے۔ لیکن یہ بات مشاہدے میں ہے کہ حیوان بھی حیوان کے ساتھ حیوانیت ہردم نہیں کرتا۔ بھرے پڑے بکریوں کے گلہ اور ریوڑ میں شاذ ونادر ہی کوئی بکری ہوگی جو دوسری بکری کو اپنی نوکیلی سینگوں سے زخمی کرتی ہوگی اور اس قدر آزادی اور حیوانیت کا غلبہ نہیں ہوتا کہ اس کا خاتمہ ہی کردے۔ یہی حال دیگر جانوروں کا بھی ہے۔ حتی کہ درندوں میں بھی اس طرح کی درندگی نہیں پائی جاتی کہ وہ اپنے ہی ہم جنس کو مارتا پھرتا رہے۔ اگر ایسا ہوتا تو جنگلات وکوہستان سے درندے ناپید ہوگئے ہوتے۔ یا وہاں بھی فوج، انتظامیہ، پولیس محکمے اور عدالتیں بڑے پیمانہ پر متعین کرنے پڑتے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس کے لیے دین وشریعت، قوانین وضوابط اور اصول بنائے اور لاگو کئے جاتے، اس کے پاس بھی وحی کی سلسلہ جنبانی شروع ہوجاتی اور فوجداری اور سول قانون نافذ کیے جاتے۔ وہاں اس کے بغیر بھی نسل حیوانی اور سباعی ووحشی میں اتنی ہلاکتیں، بربادیاں اور خونریزیاں نہیں ہوتیں جتنی کہ انسان ان تمام تر فضائل ومکارم ومآثر ومحاسن کے علی الرغم انسانوں کے ساتھ کرتا ہے۔

در اصل حضرت انسان کو احترام انسانیت، عقل وخرد اور دیگر تمام احساسات وامتیازات کے ساتھ ساتھ شعور ووجدان، درددل، قوت ملکیہ، جذبۂ

رحمت ومودت، ہمدردی،نصح وخیر خواہی اوراخلاص وایثار بھی ودیعت کر دیا گیا، پھر اس پرخصوصی عنایت ،توجہ اوراہتمام واکرام یہ کیا گیا کہ آسمانی نسخے دین و شریعت کے نام پر بطور تریاق اور ہدایت ربانی عطا کیے گئے۔ وعدہ و وعید، عذاب وثواب اور مدارج عالیہ اوراسفل سافلین یہ سب بھی اسے سمجھا یا گیا، ’ولکم فی القصاص حیاۃ ‘‘ کی تعلیم وتذکیراورتنبیہ کے بعد’’یا اولی الالبـــاب‘ ‘ کے ذریعہ عقل وشعور کے حوالہ سےاس کے اندر کے جوہرکوابھارا گیا۔ جانوروں کوان کے پرکھوں کی یادنہیں دلائی گئی، زمانے کی قسم نہیں کھائی گئی،زمانہ کوشاہدنہیں بنایا گیااور’’وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ‘‘ (العصر:۱-۲)’’بیشک انسان سرتاسرگھاٹے میں ہے۔‘‘ جیسی وارننگ اورتنبیہ اور چوکنا ہوجانے کی بات نہیں کہی گئی، نہ اس کے امم سابقہ وسالفہ کے عبرت ناک قصے دہرائے گئےاور’’تلک الامثال نضربھا للبھائم والوحوش والسباع ‘‘نہیں کہا گیا،انسانیت کےاعلیٰ نمونے،اخلاق عالیہ،مورل آئیڈیل اور’’ولکم فی رسول اللہ اسوۃ ‘‘ کی تلقین بھی نہیں کرائی گئی،خودبھوکا رہ کر دوسروں کوکھانا دینے کا اسوہ نہیں پیش کیا گیا اوردشمن جانی وایمانی کے سامنے ہر چیزبشمول امن وامان،تکریم انسان اورعفووغفران کے بہترین نمونے نہیں رکھے گئے؟۔ پھر بھی وہ اتنا خونخوارنہیں جتنا انسان ہے۔ میں نے جنگلوں میں بھوکے پیاسے بندروں کے جھنڈ دیکھے ہیں ،بھینسوں اور بیلوں کی بھیڑ دیکھی ہے ، بھوکے شیروں کوکچھاروں میں ہانپتے کانپتے اور کتوں کوزبان نکالتے اور مسلسل لٹکائے رہنے کے بھی منظرنظر آتے ہیں۔ان کوکچھ نہ ملےتو پیٹ کی بھوک مٹانے کے لیے گندگی کی تلاش میں نکل جاتے ہیں مگر وہ خودکتوں اور درندوں کا شکار کر کے قوت لا یموت حاصل کرنا کتوں اور درندوں کوگوارہ نہیں۔ سانپ اور بچھو کی مثال ڈنک مارنے اور جان لے لینے کے بارے میں بہت دی جاتی ہے۔ مار آستین، سانپ کا بچہ، سانپوں کے بل میں ہاتھ ڈالنا، یہ سب کہاوتیں، امثال اور محاورے گر چہ ان کی نیش زنی اور جانکنی میں مبتلا کر دینے اور جان لیوا اور انتہائی خطرناک ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔مگر میں نے تو نہیں دیکھا کہ سانپ اپنے ہم جنس کو مارتا پھرتا ہواوراس کوخاک وخون میں لت پت ہونے پر مجبور کر دیتا ہو،اس کو پھاڑ کھاتا، ڈنک مارتا، آگ برساتا اور آتشیں ہتھیاروں سے حملہ آور ہوتا ہو۔ انسان بھی اتنا وحشی کبھی نہ تھا اور نہ وہ اتنی پلاننگ اور تیاری انسانوں کی ہلاکت کے لیے کرتا تھا،جتنی دنیا آج کر رہی ہے۔ یہ معاملہ صرف ملکوں، اس کے بادشاہوں،حکمرانوں اور سیاست دانوں کے یہاں نہیں بلکہ یہ حیوانیت انسان اپنے ہم مذہب، ہم مسلک، ہم وطن اور رشتہ دار کے ساتھ کرتا ہے۔ بھائی بھائی کودیکھنا گوارہ نہیں کرتا، نہ ہی اس کے وجود کو برداشت کرتا ہے۔ یہ انسان آخرایسا کیوں بنتا جارہا ہے؟ بھوکا بھیڑیا کیسے حملہ آور ہوتا ہےاوروہ چیر پھاڑ میں کیسا مثالی درندہ ہے؟ مگر آپ نے کبھی دیکھا کہ وہ اپنی اس درندگی کے باوجود کسی بھیڑیا کوکھاجاتا ہو۔ ہرگزنہیں مگرانسان اللہ کی پناہ! کیا کیانہیں کررہا ہے؟اور الزام دوسروں اورزمانہ پردھر رہا ہے۔

یارب یہ کیسے دور میں پیدا ہوا ہوں میں
کہ اپنے ہی سایہ سے سہما ہوا ہوں میں

نـعیـب زمـانـنـا والـعیـب فیـنـا
ومـا لـزمـانـنـا عیـب سـوانـا
و نھـجـو ذاالـزمـان بـغیـر ذنـب
ولـو نـطـق الـزمـان بـنـا ھـجـانـا
ولیـس الـذئـب یـاکـل لـحـم ذئـب
ویـاکـل بـعـضـنـا بـعـضـنـا عیـانـا

انسان تو دین ودھرم، عقل وآگہی،شعوروجدان،محبت ومودت،احسان و مروت اوراخلاق وایمان کا پتلا بنایا گیا تھا،درددل کے واسطےاس کو پیدا کیا گیا تھا۔ پھروہ جس دنیااوراس کی لذات کے لیے بےتاب ہے وہ تو چندروزہ ہے۔ وہ دیکھ نہیں رہا ہے کہ ہرروزاس کی نظروں کے سامنے بڑے بڑے طاقتور چلے جارہے ہیں۔بس دوگز زمین بھی اب نہیں مل پارہی ہے۔ دوگزکفن کے کپڑے کےعلاوہ یہ دنیا آپ کیا کودے رہی ہے؟ پھراس سے بھی بڑھ کرکوئی اورحقیقت اورسچائی سامنے آئے گی اوراس سے بھی کوئی یقینی وحتمی چیز سے سابقہ پڑے گا ؟ کیا آپ ایک سیکنڈ کے لیے بھی یہ سوچ سکتے تھےاوراس کے لیے تیار تھے کہ آپ کے والدین انتقال کر جائیں گے؟موت کے اٹل ہونے کے باوجوداس کے تصور سے ہی آپ گھبراتے ہی نہیں فراراختیار کرتے تھے۔پھرآخرموت آئی یا نہیں؟ ضرورآئی۔صبراس وقت ہونہیں پارہا تھا۔لیکن صبر ویقین اور پھر وقت کے ساتھ اس کے زخم بھی مندمل ہوئے۔ پھرآپ دنیا میں کھو گئے۔لوگ کہتے

ہیں کہ وقت ہر مصیبت اور غم کا مداوا ہے، مگر ایسا نہیں ہے۔ یہ دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ اس لیے آپ دھوکہ کھا گئے اور پھر دنیا میں مگن ہو گئے اور اپنی حقیقت وحیثیت بھول گئے۔ اگر واقعی والدین، بیوی، بچے اور خویش واقارب کا غم حقیقی تھا تو پھر اپنی موت کا غم کیسے بھول گئے اور اس سے بڑھ کر بھول، سفاہت ابلہی وحماقت اور کیا ہوسکتی ہے؟

دراصل سب سے بیوقوف، جاہل، بیچارہ، عاجز اور درماندہ وہ ہے جو موت کو بھول جائے اور اس کی تیاری سے غافل ہو جائے۔ بادشاہ بہادر شاہ ظفر جس کی اور جس کے آباواجداد کی سلطنت کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے، وہ قلعہ نہیں قلعوں کے مالک تھے لیکن وہ دو گز زمین کی دہائی دیتے رہ گئے اور حسرت وافسوس کی ایسی داستان کہہ اور چھوڑ گئے کہ آج بھی اسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، عبرت وموعظت کی ہزار داستانیں جو زمین وآسمان میں ہیں اور خود اپنے اندر ہیں، ہیچ نظر آتی ہیں اور دل دہل جاتے ہیں۔ ہم یہ سب سمجھ اور دیکھ رہے ہیں مگر پھر بھی:

وہی ہے چال بے ڈھنگی، جو پہلے تھی، سو اب بھی ہے

"وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ" (یوسف:۱۰۵) "آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے یہ منہ موڑتے گزر جاتے ہیں۔"

بہادر شاہ ظفر رنگون کی جیل میں پڑے دنیا اور اس کی بڑی حقیقت دولت کے آنی جانی ہونے اور اس کی بے ثباتی کا حقیقی منظر پیش کرتے ہوئے کسمپرسی کی داستان سناتے ہیں اور چند روزہ زندگی کی بے راہ روی، بے مقصدیت اور جمع مال کی حقیقت کو بیان کر گئے ہیں۔ **فهل من مدكر**

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے، دو انتظار میں
کتنا ہے بد نصیب ظفر دفن کے لیے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

اور جن کو کوئے یار میں جگہ بھی مل گئی تو وہ بھی کہاں ہیں؟

نہ گور سکندر، نہ ہے قبر دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے؟

جن کو جگہ ملی بھی تو ان کو کیا ملا؟ منوں مٹی میں پڑے ہیں۔

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

اپنی اولاد بھی اگر دنیا داری میں رہی تو پوچھنے والی نہیں۔ جو خود کو نیک نہ بنا سکی وہ آپ کو کیا دعا دے گی اور کیا صدقہ جاریہ بنے گی! اولاد کا صالح ہونا شرط ہے۔ اولاد کے بارے میں غور کریں تو اس معنی میں سچائی نظر آئے گی کہ آج کی مادی دنیا میں اولاد جو صالح نہیں ہے وہ آپ کے لیے کیا دعا کرے گی اور ولد صالح کی مصداق بنے گی؟ آپ کا کیا قرض وغیرہ چکائے گی اور نیک نامی کا سبب بنے گی؟ ایسی اولاد چھوڑنے والے ہی کے بارے میں کسی نے کہا ہے

مر گیا مردود، نہ فاتحہ نہ درود

اسی کی روشنی میں اپنے سارے اعمال، ساری نیتوں اور ساری سرگرمیوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی، اپنے کے ساتھ ہوں پرایوں کے ساتھ، دشمن کے ساتھ ہوں یا دوست کے ساتھ، مسلم کے ساتھ ہوں یا غیر مسلم کے ساتھ، کافر کے ساتھ ہوں یا مشرک کے ساتھ، یہودی کے ساتھ ہوں یا ہندو کے ساتھ، یا نصرانی کے ساتھ ہوں، جو بھی ہو، انسان ہو، جانور ہو، فرشتہ ہو، درندہ ہو، آسمان ہو زمین ہو، خشکی ہو تری ہو، سمندر کی تہوں میں ہو یا آسمان کی بلندی پر، سب میں اگر اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی حکومت و دولت اور عبادت پیش نظر ہے، وہی بس دل میں بستا ہے اور اسی سے دل بستگی ہے تو پھر خیر ہے۔ ورنہ اندھیر ہے اور سب سے بیر ہے۔

جاکو راکھے سائیاں مار نہ سکے کوئے
بال نہ باکا کر سکے جو جگ بیری ہوئے

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے، اللہ تو رکھتا ہی ہے آپ کو، بس آپ بھی اپنے آپ کو اس کا بنا رکھئے۔ "وهو الله في السماوات والارض"۔

ذرہ ذرہ میں بس اسی کی خدائی ہے۔ صرف یہ نہیں ہے کہ "في كل كبد رطبة صدقة" کہ ہر جان میں صدقہ ہے۔ کتے یا بلی کو کھلائیں، پلائیں، سردی سے بچائیں، یا چیونٹی پر رحم کھائیں، ہاتھی پر، سب کی نسبت خلقت و تربیت ربوبیت رب کریم اور رب العالمین سے لگی ہوئی ہے۔ اس لیے زمین کی کھدائی، درختوں کی اندھادھند کٹائی، ہر طرح کی آگ لگائی، ایندھن کی جلائی، آتشیں اسلحوں کی ڈھلائی اور اس کی سپلائی اور اس کے لیے روز روز نئی زمین

اور ملکوں پر چڑھائی اور آئے دن کی لڑائی اور ہر فتنہ وفساد و دنگائی اور ہر طرح کی نجاست و گندگی اور آلودگی، یہ سب فساد فی الارض ہے اور بڑی بڑی مصیبتوں کا پیش خیمہ اور ہزاروں لاکھوں انسانوں جانداروں اور مکانوں و مکینوں کی تباہی و بربادی کا سامان ہے۔ ہم جیو ہتیا نہیں کرتے اور کسی غریب کو نہیں ستاتے، چلئے غنیمت ہے، مگر ہم یہ نہیں جتاتے اور بتاتے کہ یہ آفات سماویہ و ارضیہ اور آسمان و زمین کی ساری بلیات و مشکلات نظام فطرت، جمادات، نباتات، حیوانات، فضائیات، جنگلات و بحیرات، برق و بخارات، کثافت و الوثات میں ہمارے بے تحاشا و بے جا تصرفات اور زیادتی کرنے کی وجہ سے اور ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ'' ''خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔'' (الروم:۴۱) کے قبیل سے ہیں۔ اس میں بھی بہت سوں کو وہ نظر انداز اور معاف ہی کرتا رہتا ہے۔ کیوں کہ اسے تم سے کیا پڑی ہے کہ رب العالمین ہو کر تم کو عذاب میں مبتلا کرے۔ ''مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ'' (النساء:۱۴۷) ''اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر گزاری کرتے ہو اور باایمان رہو۔'' ارے ان سارے جہان مخلوقات اور ذرہ و آفتاب کے مسخر کرنے پر شکریہ ادا کرو رب کا تاکہ نعمتیں پائیدار اور گھر بار ہوں اور تم دنیا و آخرت میں اور زیادہ نعمتوں کے سزاوار ہو اور دنیا میں ناشکری و ناقدری اور نافرمانی کر کے آخرت کے عذاب شدید و غلیظ کے شکار نہ ہو۔

لہٰذا اے انسانوں کی جماعت تم احترام انسانیت سیکھو، رب کا شکریہ ادا کرو اور ساری مخلوق کے حقوق اور ان کے تئیں اپنے فرائض کو ادا کرو۔ زمین میں کسی بھی طرح کے فساد برپا کرنے سے بچو، اگر ایک ذرہ کا خیال نہ رکھا، رب کی قدرت، اس کی حکمت اور اس کے علم و سائنس کو نہیں جانا تو تباہی سے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی، تمہاری ساری تدبیریں فیل ہو جائیں گی، بلکہ الٹی ہو جائیں گی اور جوں جوں نت نئی دوائیں بنائی اور پلائی جائیں گی وہ خود ہی اور زیادہ مہلک بنتی چلی جائیں گی اور جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا وہ ناپائیدار ہوگا اور جو ریت پر محل تعمیر ہوگا وہ خود بھربھرا کر محل والوں پر گر جائے گا اور ان کے لیے قبرستان بن جائے گا۔

انسان جو مسجود ملائکہ رہا ہے۔ اس میں اولیاء، انبیاء و صلحاء اور شہداء و صدیقین پیدا ہوتے رہے ہیں اور جسے اللہ جل شانہ نے اپنی شان کریمی سے اپنے ہاتھ سے بنایا اور جس میں اپنی روح پھونک دی بھلا بتاؤ اس کا احترام نہ کرنا، اسے حقیر و ذلیل قرار دینا اور اس کی توہین کرنا ہی زمین میں فساد پھیلانے اور ماحول کو بگاڑ کر انسانیت کو رسوا اور اس کی ہتک عزت کرنا ہے، تو پھر اس کو ستانا اور اس پر ظلم کرنا اور مار ڈالنا کتنا بڑا پاپ ہوگا اور کتنی بڑی تذلیل ہوگی؟ احترام ہے تو سمجھو بھرم قائم ہے۔ اگر یہ ختم ہو گیا تو کوئی بھی کسی کے ساتھ بھی اور کبھی بھی اور کچھ بھی کر سکتا ہے۔ نبوت کی پرانی باتوں میں سے مسلمات میں سے ہے کہ ''اذا لم تستحی فاصنع ما شئت''۔

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

احترام انسانیت کا آموزگار، انسان کا پروردگار اور سارے جہاں کا پالنہار اللہ جل شانہ ہے اور اس نے سارے جہاں کی ہدایت و رہنمائی اور کامیابی کے لیے پوری انسانیت کو اپنا پسندیدہ دین، دین اسلام عطا فرمایا۔ جو رؤف رحیم ذات کی طرف سے دین رحمت و رافت ہے۔ اس کے نبی رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔ آپ کی تعلیمات سراپا رحمت، عفو و درگذر اور محبت و شفقت ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دین اسلام اعتدال و وسطیت ہے۔ میانہ روی اس کی خصوصیت و خوبی ہے۔ اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ یہ دین فطرت ہے۔ یہ فطرت انسانی و جہانی کا پاس و لحاظ رکھنے کی ہی نہیں بلکہ قانونی و اخلاقی ہر طور پر اسے برتنے کا حکم اور تعلیم دیتا ہے۔ اور اس کے قوانین و آئین کو اعلیٰ اخلاقیات، محاسن و کمالات اور بہترین صفات سے مزین کر دیا گیا ہے اور اس کا سخت سے سخت قانون بھی انتہائی معتدل، خوبصورت اور لائق تحسین و تعریف بنا دیا گیا ہے۔ بیوی کے حقوق اور اس کے بارے میں قوانین کو دیکھیں کہ اس کو کسی چیز کا مکلّف نہیں کیا گیا، نہ نان و نفقہ کا، نہ روزی روٹی کا، نہ آل و اولاد کی تعلیم و تربیت اور نشو و نما کا، حتی کہ اس پر رضاعت کی ذمہ داری بھی نہیں ڈالی گئی، مگر قربان جائیے کہ اس کے حقوق اور قانون کو اخلاقیات سے ایسا مزین کیا گیا کہ وہ شوہر اور اس کے بچوں کے لیے اپنا سب کچھ نثار و قربان کر کے بھی کہتی ہے کہ

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اسلام کی اخلاقی تعلیم وتربیت یہی ہے۔قتل کے بدلے قتل ضرور ہے اور عدل کا تقاضا بھی یہی ہے مگر اعتدال واحسان کی ترغیب اورعفو ودرگذر کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔نفاذ اور اجراء حدود وقصاص میں زندگی کی تگ وتاز ہے،انسانیت اور ہر آدمی کے سر اٹھا کر چلنے کا راج ہے اور حقیقی معنی میں انسانیت کا تاج انسان کے سر ہے،ورنہ جنگل راج ہے،انارکی ہے،استعمار واستعبا داور سب کچھ برباد ہے۔کوئی بھی شاد وآباد ودلشاد نہیں ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ اب اسی دین کو دنیا نے افیون کہنا شروع کردیا ہے۔تھوڑا سا لوح وقلم،تلوار وسنان اور مال ومنال کیا ہاتھ آگیا اور تھوڑی سی دولت وسلطنت کیا ملی کہ وہ اب اسی دین رحمت ورافت اور بخشش وعطا کو ہدف تنقید بنا رہا ہے۔اپنے ظلم وزیادتی اور ناانصافی پر پردہ ڈالنے کے لیے اسلام ہی کو مورد الزام ٹھہرا رہا ہے اور اس کی خوبیاں اور محاسن جس جس معاملے میں بے مثال اور لائق تقلید وتعریف تھے اسی پر اپنے طنز وتعریض ، نقد وتبصرہ،تنقید واعتراض اور شکوک وشبہات کی درانتی چلا رہا ہے۔آہ!

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اسلام کے بارے میں ایک بڑی غلط فہمی قرآن فہمی کو لے کر ہے۔قرآن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،اس پر تمام عقلمندوں اور ایمانداروں کا ایمان ہے اور وہ ہر معاملے میں سب سے بڑی سیدھی رہنمائی وہدایت وتعلیم دیتا ہے۔''اِنَّ هٰـذَا الْـقُـرْاٰنَ يَهْـدِیْ لِلَّتِـیْ هِیَ اَقْوَمُ''۔(بنی اسرائیل:۹)''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے۔''

اسلام،قرآن اور مسلمان کے سلسلے میں بدگمانی ، بدظنی اور نفرت دلانے کی جو کوششیں اس وقت صرف کی جا رہی ہیں وہ دراصل درخور اعتنا ہرگز نہیں ہیں۔مگر ہر آدمی دین وقران کی تعلیم سے مزین نہیں اور نہ اسلامی تعلیمات کا اسے علم ہے،نہ اسلامی تاریخ کے زریں کارناموں سے واقفیت ہے۔اس لیے بہت سے لوگوں کے غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔نیز اسلاموفوبیا کا جو ہوا کھڑا کیا جا رہا ہے اور احترام انسانیت جو قرآن سکھاتا ہے اس کے ختم ہونے کی وجہ سے جس طرح سے اسلام ومسلمان کے خلاف نفرت کی بیج بوئی جا رہی ہے،اس کا عین تقاضا ہے کہ ایسی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے قرآن کی انسانیت نواز تعلیمات کو بیان کیا جائے اور یہ واضح کیا جائے کہ نفرت وعداوت کی یہ ساری کھیتی نزول قرآن سے پہلے کی جا چکی تھی اور دشمنیاں انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں، اسلام نے سب کو ختم کیا،سب بھائی بھائی بن گئے،سارے مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار پائی۔سب بھائی بھائی ہوگئے،اونچ نیچ کے سب بھید بھاؤ مٹ گئے۔نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز، نہ کوئی غریب رہا نہ کوئی غریب نواز۔سب ایک صف میں کھڑے ہوگئے،محمود ہوں یا ایاز ، فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی اگر چوری کریں تو عدل کا تقاضا ہے کہ ان کا بھی ہاتھ کاٹا جائے۔افریقہ کے حبشی غلام بلال کو سیدنا (ہمارے سردار) کے لقب خاص سے پکارا جائے،ابن اُبزی کو مکہ مکرمہ کا والی اور حاکم بنا دیا جائے اور دنیا کے سب سے بڑے ظالموں اور دشمنوں کو معاف کردیا جائے ، بلکہ ان کے گھر کو ہی دارالامان قرار دیا جائے اور ان سب کو معاف کردینے کا اعلان عام کردیا جائے۔

دراصل یہ اسلام جو سلم،صلح وآشتی اور امن وامان کا فطری دین ہے اور جو مکمل سلامتی والا ہے اس کا اولین کلام السلام علیکم ہے جو اس کے احترام انسانیت کو درشاتا ہے۔

آیئے!اس دین اسلام اور تعلیمات امن وسلام کی روشنی میں تمام بنی نوع انسان کے احترام کا سبق اس عداوت اور ذلیل وخوار کرنے والی دنیا کو اسلاف کی طرح پھر قول وکردار اور اخلاق وسلوک کے ذریعہ سے دے کر عندالناس مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں اور ہم سب سرخرو وممنون کرم الٰہی بنیں۔وصلی اللہ علی النبی وسلم

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی باوقار پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ
☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔
☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ
☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت
☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

اندرونِ میقات کے لوگوں کے لئے حج وعمرہ کی میقات

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مئو

کعبہ مکرمہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کا قبلہ اور اپنا محترم ومقدس ''بیت'' (گھر) ''بیت اللہ'' قرار دیا ہے، اور جو لوگ وہاں کی حاضری کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر عمر میں ایک دفعہ حاضر ہونا اور حج وعمرہ کرنا فرض کیا ہے، اور اس حاضری اور حج وعمرہ کے کچھ لازمی آداب مقرر فرمائے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حاضری دینے والے بندے اپنے روزمرہ کے اور عام عادی لباس میں حاضر نہ ہوں، بلکہ ایسے فقیرانہ ودرویشانہ لباس میں حاضر ہوں جو مردوں کے کفن سے مشابہت رکھتا ہو اور آخرت میں میدان حشر کی حاضری کی یاد دلاتا ہو، بس ایک تہبند باندھ لیں، اور ایک چادر جسم کے اوپر کے حصہ پر ڈال لیں، سر بھی کھلا ہو، پاؤں میں موزہ، بلکہ ایسا جوتا بھی نہ ہو جس سے پورا پاؤں ڈھک جائے۔ (یہ پابندی صرف مردوں کے لئے ہے، عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں)

بیرون مکہ مکرمہ اور کعبہ معظّمہ سے دور دراز علاقوں کے لوگوں کے لئے اپنے وطن اور گھر ہی سے یہ پابندی چونکہ مشکل اور حرج کا باعث تھی اس لئے بیرون مکہ کے مختلف بلاد سے آنے والے حجاج ومعتمرین کے لئے مکہ معظّمہ کے قریب مختلف سمتوں میں کچھ مقامات مقرر کردیئے گئے ہیں اور حکم دیا گیا ہے کہ حج یا عمرہ کے ارادے سے آنے والے ان بلاد کے لوگ جب ان میں سے کسی مقام پر پہنچیں تو ''بیت اللہ'' اور ''بلد اللہ الحرام'' کے ادب واحترام میں وہیں سے احرام بند ہوجائیں، یعنی حج یا عمرہ کی نیت سے مخصوص ہیئت اختیار کرلیں یعنی احرام باندھ لیں۔ مختلف سمتوں کے یہ معین مقامات ''میقات'' کہلاتے ہیں۔ البتہ اہل مکہ اور مقیم مکہ کے لئے میقات ان کی اپنی منزل ہے، جہاں سے وہ حج یا عمرہ کے لئے سفر شروع کریں گے۔ میقات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ ذوالحلیفہ: (جسے آج کل ابیار علی کہا جاتا ہے) یہ مدینہ منورہ ومضافات مدینہ کے لئے میقات ہے، جو مدینہ سے قریب پانچ میل پر واقع ہے، اور مکہ سے شمال میں ۴۵۰ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

۲۔ جحفہ: یہ اہل شام کے لئے میقات ہے، جو مکہ سے شمال مغرب میں ۱۸۷ کلو میٹر کی دوری پر واقع ہے۔

۳۔ قرن منازل: جسے آج کل ''سیل'' کہا جاتا ہے، یہ اہل نجد کی میقات ہے، یہ مکہ سے مشرق میں ۹۴ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

۴۔ ذات عرق: یہ اہل عراق کی میقات ہے، یہ مکہ سے شمال مشرق میں ۹۴ کلو میٹر کی دوری پر واقع ہے۔

۵۔ یلملم: جسے ان دنوں ''سعدیہ'' کہا جاتا ہے، یہ مکہ مکرمہ سے جنوب میں ۵۴ کلومیٹر پر واقع ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچوں مقامات کو خود ان اقالیم وممالک کے باشندوں کے لئے بھی اور ان تمام بلاد اور علاقے کے ان سب لوگوں کے لئے بھی جو حج یا عمرہ کے لئے ان مقامات کی طرف سے آئیں میقات قرار دیا ہے، فقہائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کے لئے ان مواقیت میں سے کسی میقات کی طرف سے آئے اس کے لئے واجب ہے کہ وہ احرام باندھ کے اس مقام سے آگے بڑھے، یعنی اگر کوئی شخص میقات سے احرام کے بغیر گزر جائے اور آگے بڑھ کر احرام باندھے تو یہ خطا ہے، اور اس کو فدیہ ایک دم دینا ہوگا، ایک جانور کی قربانی کرنی پڑے گی۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے بیان فرمایا کہ:

وقت رسول الله صلى الله عليه وسلم لأهل المدينة ذالحليفة ولأهل الشام الجحفة، ولأهل نجد قرن المنازل، ولأهل اليمن يلملم، فهن لهن ولمن أتى عليهن من غير أهلهن لمن كان يريد الحج والعمرة، فمن كان دونهن فمهله من أهله، وكذاك وكذاك، حتى أهل مكة يهلون منها. (متفق عليه)

اور صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

ومهل اهل العراق ذات عرق.

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کو اہل مدینہ کے لئے، جحفہ کو اہل شام کے لئے، قرن منازل کو اہل نجد کے لئے، یلملم کو اہل یمن کے لئے اور ذات عرق کو اہل عراق کے لئے میقات مقرر فرمایا، پس یہ میقات ہیں مذکورہ بلاد کے رہنے والوں کے لئے بھی اور ان سب لوگوں کے لئے بھی جو دوسرے علاقوں اور مقامات سے ان مواقیت میں سے کسی پر ہوتے ہوئے آئیں، جن کا ارادہ حج یا عمرہ کا ہو، پس جو لوگ ان مواقیت کے ورے ہوں (یعنی ان مواقیت اور مکہ کے درمیان کے رہنے والے ہوں) تو وہ اپنے گھر ہی سے احرام باندھیں، (انھیں مذکورہ میقات میں سے کسی پر جانے کی ضرورت نہیں) یہ قاعدہ اسی طرح چلے گا (یعنی مکہ سے قریب اور

قریب تر کا یہی حکم ہوگا) حتی کہ اہل مکہ (مکہ کے رہنے والے) مکہ ہی سے احرام باندھیں گے۔ (مقیم مکہ اور نزیل مکہ بھی بمنزلہ اہل مکہ ہیں، ان کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ میقات کے اندر مکہ میں جہاں ان کی اقامت اور منزل ہے وہیں سے احرام باندھیں گے)

☆ یہ حدیث اس بارے میں بظاہر نص صریح ہے کہ بیرون مکہ ماورائے میقات سے بارادہ حج وعمرہ مکہ آنے والوں کے لئے جس طرح حج وعمرہ دونوں کی میقات اور احرام گاہ وہی میقات ہے جس کے راستہ سے وہ آئیں۔اسی طرح اندرون میقات رہنے والے مکی، مقیم مکہ ونزیل مکہ حج وعمرہ دونوں کی میقات اور احرام گاہ وہی مقام ہے جہاں وہ قیام پذیر ہیں، جس طرح مکی وغیرہ کو حج کے احرام کے لئے کسی میقات پر یا حدودحرم سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح انھیں عمرہ کے لئے بھی حدود حرم سے باہر جانے کی ضروت نہیں ہے۔اپنی منزل ہی سے عمرہ کا بھی احرام باندھ سکتے ہیں، جیسا کہ حج کا اپنی منزل ہی سے احرام باندھتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جامع صحیح میں اپنی تبویب کے ذریعہ اسی کو بیان کیا ہے، اور پھر اس کو اسی حدیث ابن عباسؓ سے مدلل فرمایا ہے، جیسا کہ علامہ ابوالحسن سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ صحیح بخاری میں بیان فرمایا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان صریح الفاظ میں باب منعقد فرمایا ہے:"باب فهل اهل مكه للحج والعمرة"علامہ سندھی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس تبویب کے ذریعہ اس امر پر تنبیہ فرمائی ہے کہ حدیث ابن عباس میں اہل مکہ کے لئے جو میقات بیان کی گئی کہ وہ مکہ ہی سے احرام باندھیں گے تو یہ حج وعمرہ دونوں کے لئے ہے نہ کہ صرف حج کے لئے۔(مرعاۃ ۶/ ۲۴۸)

علامہ شیخ الحدیث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تشریح اور یہی بیان فرمایا ہے، ملاحظہ ہو"مرعاۃ"مطبوعہ بنارس (۶/ ۲۴۷)

مولانا داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ"ترجمہ وتشریح صحیح بخاری"میں اس باب اور حدیث ابن عباسؓ کا ترجمہ کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ حج وعمرہ کی میقات میں فرق نہیں ہے، یہی حضرت امام بخاریؒ کا مقصد ہے۔(جلد دوم ص ۵۴۵)

مولانا حکیم عصمت اللہ رحمانی مئوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سفرنامہ حج"زاد الحرمین"میں تحریر فرماتے ہیں: اس حدیث یعنی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما۔کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں مکہ معظّمہ کو اہل مکہ کے حج وعمرہ کی میقات ثابت کرنے کے سلسلہ میں روایت فرمایا ہے، بہر حال حج وعمرہ دونوں کے لئے مکی کی میقات مکہ ہے (ص ۸۶)

شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ نے"ہدایۃ القاری شرح صحیح بخاری"میں امام بخاری کی تبویب اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شرح وبیان میں امام بخاری کا مقصد اور حدیث کا مطلب یہی لکھا ہے اور آخر میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ اہل مکہ کے لئے حج وعمرہ کی میقات میں کوئی فرق نہیں ہے۔(ہدایۃ القاری ۳/۳۲۲)

علامہ امیر یمانی، علامہ شوکانی، علامہ شیخ الحدیث عبیداللہ رحمانی مبارکپوری، علامہ شیخ محمد ناصر الدین البانی، مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہم اللہ کی تحقیق میں بھی یہی راجح ہے کہ اہل مکہ، یعنی مکی، مقیم مکہ ونزیل مکہ کے لئے حج وعمرہ کی ایک ہی میقات ہے، وہی مقام جہاں وہ ہیں اور جہاں سے عمرہ کا انشاء اور اس کے لئے سفر شروع کررہے ہیں، جس طرح مکی وغیرہ کو حج کے احرام کے لئے کسی مقررہ میقات پر یا حدودحرم سے باہر مثلاً تنعیم وغیرہ جانے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح انھیں عمرہ کے لئے بھی حدودحرم سے باہر، اقرب، حل، تنعیم وغیرہ جانے کی حاجت نہیں ہے، اندرون مکہ، یا اندرون حدودحرم اپنی منزل اور اپنی قیام گاہ ہی سے عمرہ کا احرام باندھ سکتے ہیں، اور عمرہ کرسکتے ہیں، جیسا کہ حج کے لئے اپنی منزل وقیام گاہ ہی سے احرام باندھتے ہیں، کسی میقات، یا حدودحرم سے باہر اقرب، حل تنعیم وغیرہ جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ملاحظ ہو۔سبل السلام، مطبوعہ ریاض (۲/ ۹۳۶)، السیل الجرار (۲/ ۳۱۶) مرعاۃ، مطبوعہ بنارس ۶/ ۲۴۷-۲۴۹) مناسک الحج والعمرہ (ص ۱۳) اتحاف الکرام، مطبوعہ کویت ص ۲۰۲)

☆ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی متفق علیہ حدیث مذکور کے ظاہر نص اور عموم سے ثابت شدہ تحقیقی مسئلہ وہی ہے جو سطور بالا میں تحریر کیا گیا، لیکن جمہور ائمہ وفقہاء جن میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں، اس حدیث کے عموم سے عمرہ کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اہل مکہ، مکی مقیم مکہ ونزیل مکہ کے لئے عمرہ کی میقات وہی مقام نہیں جہاں وہ قیام پذیر ہیں، بلکہ وہ مقام ہے جہاں حرم کے حدود ختم ہوتے ہیں، یہ لوگ حدودحرم سے باہر کسی قریب ترین مقام مثلاً تنعیم وغیرہ جاکر وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کے لئے مکہ معظّمہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ کریں گے۔

جمہور کے نزدیک حدیث ابن عباسؓ کے عموم سے عمرہ کی تخصیص کی دلیل ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عمرہ کا قصہ اور اس سے متعلق مروی حدیث ہے۔حدیث بھی متفق علیہ ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے سفر میں آپ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئیں، میقات مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھا، لیکن جب مکہ معظّمہ کے قریب پہنچیں تو انھیں خاص ایام شروع ہوگئے، انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آنحضرتؐ نے انھیں حکم دیا کہ وہ عمرہ کو حج میں شامل اور داخل کرلیں، اپنے حج کو حج قران قرار دے لیں، مکہ معظّمہ پہنچ کر طواف کعبہ وسعی میں الصفا والمروۃ کے علاوہ سب کچھ وہی کریں جو ایک حاجی کرتا ہے، چنانچہ وہ طواف وسعی کے سواسب

مناسک حج ادا کرتی رہیں، تا آنکہ وہ یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ کو) پاک ہوگئیں اور پھر یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو مکہ معظمہ آکر طواف وسعی حج وعمرہ دونوں کے لئے ہوگیا، اور بیک وقت ان کا حج اور عمرہ دونوں ہوگیا۔لیکن انھیں یہ خلش اور کسک رہی کہ ان کو علیحدہ عمرہ حاصل نہیں ہوا، یوم النفر ، واپسی کے دن انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آپ نے حضرت صدیقہؓ کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ انھیں ساتھ لے کر مقام تنعیم جاؤ، جو حدود حرم سے باہر حِل میں ہے، چنانچہ حضرت صدیقہؓ بھائی کے ساتھ مقام تنعیم گئیں، وہاں سے عمرہ باندھا، مکہ آئیں اور عمرہ کیا،طواف وسعی ادا کیا۔

اسی واقعہ سے جمہور ائمہ وفقہاء نے یہ اخذ کیا ہے کہ مکی ومقیم مکہ کے لئے عمرہ کا معاملہ حج سے مختلف ہے، حج کا احرام تو وہ اپنے گھر اور اپنی منزل وقیام گاہ ہی سے احرام باندھیں گے،لیکن عمرہ کرنے اور اس کا احرام باندھنے کے لئے انھیں حدود حرم سے باہر کسی قریب ترین مقام حِل میں جانا اور وہاں سے احرام باندھ کر آنا ضروری ہے۔سلف صحابہ، تابعین، اتباع تابعین و مابعد قرون اولی سے تا ایں دم اسی پر عمل اور تعامل چلا آرہا ہے۔

☆ پہلے مذکور الصدر موقف کے قائلین جمہور کی مذکورہ دلیل کا جواب یہ دیتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی حدیث میں ضابطہ اور قانون کلی کے طور پر صراحت کے ساتھ یہ بیان ہوا ہے کہ اہل مکہ کے حج وعمرہ دونوں کے لئے ان کا گھر اور منزل ہی میقات ہے وہ وہیں سے احرام باندھیں گے،اور حضرت صدیقہؓ کا واقعہ''واقعة حال لا عموم لها'' کا مصداق ہے، چونکہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ غلط فہمی اور اس بنا پر ان کو یہ کسک تھی کہ ان کو عمرہ حاصل نہیں ہوا ہے، اس لئے انھیں حدود حرم سے باہر تنعیم جانے اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آنے کا حکم ہوا تا کہ انھیں لگے کہ وہ بھی عمرہ کے لئے سفر کر کے آئی ہیں اور علیحدہ مستقل عمرہ کیا ہے۔ گویا یہ ان کی تطییب خاطر اور دلجوئی کے لئے حکم ہوا تھا نہ کہ اس لئے کہ انھیں عمرہ کے لئے حدود حرم سے باہر جانا کوئی ضروری تھا۔

پھر حضرت صدیقہؓ نہ مکی تھیں نہ مقیم مکہ تھیں، بلکہ آفاقی نزیل مکہ تھیں،تو یہ تو ایک مخصوص صورت حال ہے، اس خاص جزئی صورت کے لئے یہ حکم دیا گیا، یہ کوئی عام حکم نہیں تھا کہ یہ مکی اور مقیم مکہ سب کو شامل ہوجائے۔

نیز جیسا کہ بیان کیا گیا حضرت صدیقہؓ کو یہ حکم ان کی تسکین ودلجوئی کے لئے دیا گیا تھا، اور کسی دوسری مرفوع حدیث میں یہ بیان نہیں ہوا ہے کہ اہل مکہ کے لئے عمرہ کے احرام کے واسطے حدود حرم سے باہر جا کر وہاں سے احرام باندھنا ضروری ہے، جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں اس کے برخلاف یہ صراحت ہے کہ اہل مکہ کو عمرہ کے احرام کے لئے حدود حرم سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے اپنے مقام ومنزل ہی سے احرام باندھیں گے، لہٰذا واقعہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ اہل مکہ اگر اپنی منزل اور قیام گاہ ہی سے عمرہ کا احرام باندھیں گے تو یہ صحیح نہیں ہوگا اور یہ عمرہ نہیں ہوگا۔

☆ بہر حال اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اہل مکہ (مکی، مقیم مکہ ونزیل مکہ) حدود حرم سے باہر جاکر کسی قریب مقام حل تنعیم وغیرہ سے عمرہ کا احرام باندھیں اور عمرہ کریں جیسا کہ موجودہ تعامل ہے۔تو یہ عمرہ بلا شبہ صحیح ہے۔

نوٹ: یہ مضمون میں نے بطور مذاکرہ علمیہ لکھا ہے، کوئی فتوی دینا مقصود نہیں ہے۔

تنبیہ: رفیق محترم مولانا نور العین سلفی حفظہ اللہ سے ''اسعاف القاری شرح صحیح بخاری میں'' یہاں امام بخاریؒ کے تبویب کی توضیح اور حدیث کی تشریح میں یک گونہ چوک ہوگئی ہے، اور حافظ ابن حجرؒ کے تتبع میں جمہور ہی کا مسلک بیان کر گئے ہیں، حالانکہ امام بخاریؒ نے یہاں جمہور سے اختلاف اور ان کے خلاف موقف کو ثابت اور مدلل فرمایا ہے، عفا اللہ عنہ وعنا جمیعا۔

''اسعاف القاری شرح صحیح البخاری'' درسی ضرورتوں کو پورا کرنے والی متوسط درجہ کی ایک عمدہ اور مستند شرح ہے، جو قریب التکمیل ہے، صدیق محترم ان دنوں کتاب التوحید کے آخری ابواب کی شرح لکھ رہے ہیں، رب یسر وتمم بالخیر آمین

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی زیر بحث حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ میقات سے احرام باندھ لینے کی پابندی اس کے لئے ہے جو عازم حج وعمرہ ہو، حج یا عمرہ کے ارادہ سے مکہ آئے، لیکن جو حج یا عمرہ کے علاوہ کسی اور مقصد وحاجت سے مکہ آئے، مثلاً سیاحت، ملازمت، طلب علم، کسب وتجارت وغیرہ تو اس کے لئے یہ پابندی نہیں ہے۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	36/-
چمن اسلام اول	30/-
چمن اسلام دوم	36/-
چمن اسلام سوم	40/-
چمن اسلام چہارم	40/-
چمن اسلام پنجم	50/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	232/-

مولانا نثار احمد مدنی
شیخ الجامعہ، جامعۃ التوحید، بھیونڈی مہاراشٹر

گستاخان صحابہ کرام کا انجام (چند حقائق وشواہد کے آئینے میں)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد سب سے افضل مخلوق اور وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اعتبار سے سنوارا سجایا اور اہل دنیا کے لیے اسوہ وقدوہ بنایا، شریعت مطہرہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت تک بلا کم وکاست منتقل کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے ساری انسانیت میں جن کا انتخاب فرمایا، جن کی عظمت وتقدس کے پیش نظر قرآن کریم میں رب العالمین نے متعدد مقامات پر مدح سرائی اور اپنی رضا مندی کا اظہار فرمایا اور رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے شرح وبسط کے ساتھ جن سے اپنی محبت وشیفتگی، فضیلت ومنقبت، اور دین میں ان کے عظیم مقام ومرتبہ کو واضح اور ان پر لعن وطعن اور دشنام طرازی کرنے والوں کی سخت مذمت فرمائی چنانچہ جو ان میں سے کسی کے خلاف اپنے دل میں بغض ونفرت پاتا ہے، تو یہ اس کے حق میں بدشگونی نیز برے انجام کی وارننگ ہے کیونکہ جو شخص کسی ایسی صف کے مقابل یا مخالفت میں کھڑا ہوتا ہے جس میں سیدنا ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے آسمان فضیلت ومنقبت کے درخشاں مہ وانجم، دین کے اہم ترین ستون اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ چہیتے اور جاں نثار ہوں، تو وہ کیسے مامون ومحفوظ رہے گا، وہ اللہ کی گرفت سے کیسے بچ سکے گا عنقریب اللہ تعالیٰ ضرور ظالموں کو ان کے خلاف مسلط فرمادے گا، اللہ رب العزت کا فرمان ہے: وَكَذَلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضاً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ.

''اور اسی طرح ہم ملا دیں گے گناہ گاروں کو ایک دوسرے کے ساتھ ان کے اعمال کے سبب سے''۔[الانعام: 129]، اور اگر اس نے سچی توبہ نہ کی تو ہلاکت وبربادی، برے خاتمہ اور برے انجام کے سوا اس کا کوئی اور حشر نہ ہوگا۔

علامہ ابوعثمان اسماعیل بن عبد الرحمٰن صابونیؒ (ت 449ھ) فرماتے ہیں: (اور جنھوں نے ان سے بغض کیا، ان پر دشنام طرازی کی اور ان کی طرف ایسی چیزوں کی نسبت کی جنکی روافض وخوارج۔ لعنھم اللہ۔ کرتے ہیں تو وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوجائے گا۔(عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث (ص:98)

اور امام شوکانیؒ (ت 1250ھ) فرماتے ہیں: (اگر اس کے دل میں ان کے خلاف کینہ پایا گیا تو یہ طے ہے کہ اسے شیطان کا کچوکا لگا ہے اور اللہ کے اولیاء اور امت کے سب سے افضل وبہتر افراد سے عداوت ودشمنی کی وجہ سے اللہ کی معصیت وافر مقدار میں اس کے حصہ میں آئی ہے اور اس کے لئے پستی وذلت کا دروازہ کھل گیا ہے جو صحیح معنوں میں اسے جہنم رسید کرسکتا ہے)۔ فتح القدیر (5/284)۔

صحابہ کرام کی عیب جوئی، ایذا رسانی، ان پر طعن وتشنیع، سب وشتم اور بغض ونفرت رکھنے والوں کے برے انجام، سوئے خاتمہ اور دنیاوی سزا سے متعلق بہت سے نمونے اور تاریخی شواہد موجود ہیں، ذیل میں کچھ کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

(ا) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: اہل کوفہ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت کی چنانچہ انہوں نے ان کو معزول کردیا اور عمار رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر متعین کیا، ان لوگوں نے صحابی رسول کی اسقدر شکایت کی کہ وہ اچھی صلاۃ نہیں پڑھاتے ہیں، تو عمرؓ نے ان کے پاس ایک قاصد بھیجا اور ان سے دریافت کیا، کہ اے ابواسحاق! (سعد کی کنیت) ان لوگوں کا گمان ہے کہ آپ اچھی طرح صلاۃ نہیں پڑھاتے ہیں تو ابواسحاق نے فرمایا: اللہ کی قسم میں تو انہیں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلاۃ ہی کی طرح نماز پڑھاتا ہوں اس سے بالکل ہی سر مو انحراف نہیں کرتا، انہیں صلاۃ عشاء پڑھاتا ہوں ابتدائی دونوں رکعتیں ٹھہر ٹھہر کر اور آخر کی دونوں رکعتیں ہلکی پڑھاتا ہوں۔ تو اس نے کہا: آپ کے بارے میں اے ابواسحاق! یہی گمان تھا۔ تو اس قاصد کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ والوں کے پاس بھیجا، ہر مسجد میں جاکر ان کے بارے میں دریافت کیا سبھوں نے ان کی بھلائی بیان کی یہاں تک کہ وہ بنی عبس کی مسجد میں داخل ہوئے تو ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قتادہ۔جسکی کنیت ابوسعدہ تھی۔اس نے کہا: جب آپ کی تلاش ہم ہی تھے تو سعد لشکر کے ساتھ نہیں چلتے تھے، برابر تقسیم نہیں کرتے اور فیصلہ میں انصاف سے کام نہیں لیتے تھے. سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں تو تین بددعا کئے بغیر نہیں رہوں گا: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے، اس نے ریا ونمود اور شہرت وناموری کی خاطر حرف حرف شکایت بلند کی ہے، تو اس کی عمر لمبی فرما، اس کے فقر وفاقہ کو دراز کر اور اسے فتنوں سے دوچار فرما۔ کہتے ہیں بعد میں جب اس سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا: میں فتنہ کا شکار ایک انتہائی کھوسٹ بوڑھا ہوں، مجھے سعد کی بددعا لگی ہے۔

حدیث کے راوی عبد الملک بن عمیر جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں: میں نے اسے اس کے بعد دیکھا بڑھاپے کے سبب اس کی آنکھوں کے اوپر سے اس کی بھوئیں گرگئی تھیں اور وہ راستوں میں بچیوں پر نظریں جماتا اور انہیں چھیڑتا تھا (اخرجہ البخاری (ک: الاذان، ح: 755)، والللفظ لہ، مسلم (ک: الصلاۃ، ح:

453).

(2) سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے روایت ہے کہ اروی نے ان کے خلاف ان کے کسی گھر سے متعلق مقدمہ پیش کیا تو سعید نے کہا: اسے اور اس کے گھر کے مسئلہ کو چھوڑیں، کیونکہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے: من أخذ شبرا من الأرض بغير حقه طوقه في سبع أرضين يوم القيامة جس نے ایک بالشت بھی زمین ناحق غصب کرلیا تو روز قیامت اللہ تعالی اسے سات زمینوں کا طوق پہنائے گا۔ اے اللہ! اگر یہ بات جھوٹی ہے، تو اس کی بینائی سلب کرلے، اور اس کی آخری خوابگاہ قبر اس کے گھر میں کردے۔ کہتے ہیں: میں نے اسے دیکھا کہ وہ نابینا ہوکر دیواروں کو تلاشتی پھر رہی ہے، اور کہہ رہی ہے: مجھے سعید بن زید کی بددعا لگ گئی ہے، ایک دفعہ وہ گھر میں چل رہی تھی کہ اس کا گزر گھر میں موجود کنویں سے ہوا اور اس میں جا گری، (اخرجہ البخاری (ک: المظالم، ح: 2452)، مسلم (ک: المساقاۃ والمزارعۃ، ح: 1610)، واللفظ لہ)

(3) عامر بن سعد بیان فرماتے ہیں کہ: سعد چل رہے تھے کہ ان کا گزر ایک ایسے آدمی سے ہوا جو علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کو گالی دے رہا تھا تو اس سے سعد نے کہا: تو ایسی قوم کو گالیاں دے رہا ہے جن کے لئے اللہ کی طرف سے ماضی میں بہت خیر حاصل ہو چکا ہے، اللہ کی قسم! بہرصورت گالی گلوچ سے لازمی طور پر باز آجاؤ نہیں تو میں تمہارے خلاف اللہ تعالی سے بددعا کروں گا وہ بولا: مجھے ڈرا رہے ہو؟ جیسے کہ نبی ہو!، تو سعد نے کہا: اے اللہ! یہ شخص ایسے لوگوں کو گالی دے رہا ہے جن کے لیے ماضی میں آپ کی جانب سے بہت اعلی وارفع مقام حاصل ہو چکا ہے، آج اسے تازیانہ عبرت بنادے، تو ایک لمبی گردن والی بختی اونٹنی آئی (بختیہ بختی اونٹوں کی مادہ کو بولتے ہیں اور نر کو بخت بولتے ہیں، اور یہ لمبی گردن والے اونٹ ہیں، اور اس کی جمع بخت وبخاتی ہے، اور یہ غیر عربی کلمہ ہے، ملاحظہ ہو: النهاية في غريب الحديث والاثر (1/101)۔ اور لوگوں نے اس کے لئے راستہ چھوڑ دیا، اور اس نے اس آدمی کو سختی کے ساتھ دبوچ کر تباہ کردیا، راوی کہتا ہے کہ: میں نے دیکھا کہ لوگ سعد کا پیچھا کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: اے ابو اسحاق! اللہ نے تمہاری دعا قبول کرلی، اور ایک روایت میں یہ واقعہ ان الفاظ کے ساتھ ہے: سعد رضی اللہ عنہ اپنے کھیت سے آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ ایک آدمی کو گھیرے ہوے ہیں، پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ وہ طلحہ، زبیر اور علی رضی اللہ عنہم کو گالی دے رہا ہے، انہوں نے اسے روکا، اس منظر نے انہیں مزید برانگیختہ کردیا، اور کہا: ؟ تیرا ستیاناس ہو، تیرا مقصد صرف یہ ہے کہ تو ایسے لوگوں کو گالی دے جو تجھ سے کہیں زیادہ بہتر ہیں، تو اپنی اس حرکت سے باز آجا ورنہ میں تیرے خلاف بددعا کروں گا۔ تو اس نے کہا: کرو، ایسا لگتا ہے کہ آپ جیسے کوئی نبی ہیں اور ڈرا رہے ہیں !, تو وہاں سے وہ نکلے، گھر میں داخل ہوئے، وضو کیا اور مسجد میں داخل ہوئے، پھر کہا: اے اللہ! اس شخص نے اگر ایسی ہستیوں کو گالی دی ہے تو نے جنہیں ماضی میں خیر سے نوازا ہے اور اس کے سب وشتم نے تجھے ناراض کیا ہے، تو آج مجھے اس کے اندر عبرت دکھادے جو مومنوں کے لئے نشان عبرت ہوسکے، پھر ایک طویل گردن والی اونٹنی بنوفلاں کے گھر سے بھاگتی ہوئی بلا روک ٹوک اس کے اوپر آدھمکی اور اس کے پاس سے لوگ چھوڑ کر بھاگ گئے اور اس نے اسے اپنے چاروں زانوں کے درمیان کرکے اس قدر روندا کہ وہ ٹھنڈا ہوگیا، راوی کہتا ہے: میں نے لوگوں کو ان (سعد) کے پیچھے آتے ہوئے دیکھا، وہ کہہ رہے تھے: ابو اسحاق اللہ نے تمہاری بددعا سن لی، ابو اسحاق اللہ نے تمہاری بددعا سن لی۔ (اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر (1/140 ح: 307)، والضیاء المقدسی فی النھی عن سب الاصحاب (ص: 77-78 برقم: 27) باللفظ الاول، شرح اصول اعتقاد أہل السنۃ والجماعۃ (7/1327-1328 برقم: 2361) باللفظ الثانی، قال الهيثمي في المجمع كما في بغية الرائد (9/218 برقم: 14855): (رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح).

(4) علی بن زید فرماتے ہیں: کہ مجھ سے سعید بن المسیب نے فرمایا: اپنے قائد سے کھڑے ہونے کے لئے کہیں، پھر اس آدمی کے جسم اور چہرہ کو دیکھیں۔ تو وہ کھڑا ہوا اور انہوں نے واپس آکر بتایا: میں نے اس کے چہرہ کو زنجی کا چہرہ اور اس کے جسم کو سفید پایا۔ تو سعید نے فرمایا: اس نے ان لوگوں کو گالی دی ہے: طلحہ، زبیر اور علی - رضی اللہ عنہم - میں نے اسے اس سے روکا لیکن اس نے انکار کیا، تو میں نے اس کے خلاف بددعا کی۔ میں نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے، تو اللہ تیرے چہرہ کو سیاہ کردے۔ تو اس کے چہرہ میں ایک زخم ہوا اور اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ (7/1332 برقم: 2370)، وسیر اعلام النبلاء (4/242، فی ترجمۃ سعید بن المسیب برقم: 88).

(5) عمار بن سیف ضبی (ت 161ھ) فرماتے ہیں: ہم ایک سمندری جنگ پر نکلے اور موسی بن کعب ہمارے سپہ سالار تھے، اور ہمارے ساتھ قافلہ میں ایک آدمی تھا جس کی کنیت ابوحمان تھی، وہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے لگا، ہم نے اسے روکا لیکن وہ باز نہیں آیا، پھر ہم نے ڈانٹا پھر بھی نہیں رکا، پھر سمندر میں ہم ایک جزیرہ پر آئے اور ہم وہاں ٹھہرے، صلاۃ ظہر کیلئے وضو کی خاطر ہم وہاں سے جدا ہوئے، پھر ہمیں بتایا گیا کہ ایک بھڑ ابوحمان پر آگری اور اس کے گلے پر آکر ڈنک ماری اور وہ مرگیا، جب لوگوں کو یہ خبر ملی تو انہیں بہت تعجب ہوا اور انہوں نے کہا کہ: یہ اللہ کے حکم سے اس کیلئے مامور کی گئی تھی، تو کچھ لوگ قبر کھودنے لگے لیکن زمین اس قدر سخت ہوگئی کہ ہم اسے کھودنے کی قدرت نہ رکھ سکے، پھر ہم نے اس پر پتھر اور درخت کے پتے ڈال دیئے، اور ہمارا ایک ساتھی استنجاء کررہا تھا وہی بھڑ جاکر اس کے عضو تناسل پر بیٹھ گئی لیکن اس کے لیے ضرررساں ثابت نہ ہوئی تو پھر ہمیں یقین ہوگیا کہ یہ اللہ کی جانب سے مامور تھی (شرح اصول اعتقاد أہل السنۃ والجماعۃ (7/1329-1330 برقم: 2365)، والنھی عن سب الاصحاب (ص 100-101 برقم: 44).

(6) رافضی شاعر اسماعیل بن محمد بن یزید بن ربیعہ ابوہاشم حمیری جو سید سے ملقب تھا، سن 179ھ میں ہلاک ہوا شعر وسخن اور طلاقت لسانی میں مشہور ونامور شعراء

سے تھا وہ ایک خبیث رافضی اور فسادی قسم کا شیعہ تھا، شراب نوشی کرتا اور رجعت کا قائل تھا وغیرہ (رجعت روافض کے گمان کے مطابق - روز قیامت سے قبل مہدی مزعوم اور بارہویں غائب امام کے سرداب سے نمودار ہوتے وقت - خالص شیعہ روافض جنکی پہلے موت واقع ہو چکی ہے مہدی کی نصرت وتائید کے ثواب سے مالا مال ہونے اور ان کی حکومت کا مشاہدہ کرنے کے لیے اللہ تعالی انہیں دوبارہ زندہ فرمائے گا اسی طرح ائمہ کے دشمنان جنہوں نے حکومت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے انہیں روکا تھا انہیں بھی حیات نو بخشے گا تا کہ ان سے انتقام اور تشفی حاصل کرسکیں، ان پر حدود قائم کرسکیں، انہیں قتل اور سولی پر لٹکا سکیں اور انہیں پورے طور پر نیست ونابود کرسکیں، اسی طرح ان کے تمام ائمہ کو دوبارہ وجود بخشے گا تا کہ حکومت سے اپنا حق حاصل کرسکیں اسی طرح ایک طویل عرصہ تک ان میں سے ہرایک زمام حکومت سنبھالے گا - ان کی امامت میں تسلسل کے مطابق - پھر یکے بعد دیگرے ہرامام سربرائے مملکت ہوکر اپنے باپ کی جگہ لے کر فوت ہوجائے گا تا آنکہ حکومت حسن عسکری کے سپرد ہوجائے گی - ان کے نزدیک انکے گیارہویں امام ہوں گے -، یہ باطل گمان اور فاسد عقیدہ ان کے مذہب کا بنیادی اور انکے خالص عقائد کا اٹوٹ حصہ ہے، تفصیل کے لیے دیکھیں: الاعتقادات فی دین الامامیة الصدوق (ص:60)، وأوائل المقالات المفید (ص:46)، والایقاظ من الهجعة بالبرهان علی الرجعة الحر العاملی (ص:86 و88)، وبحار الأنوار للمجلسی (53/122)، والشیعة والتصحیح للدکتور موسی الموسوی (ص:141-142). اور وہ - قبحه الله - اپنے اشعار میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالی دیتا اور سب سے اچھے لوگوں بالخصوص ابوبکر وعمر اور ان کی دختران رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرتا تھا اللہ اس پر لعنت نازل کرے اور اسے اپنی رحمت سے دور فرمائے، موت سے قبل اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا اور اسے بہت ہی خطرناک قسم کے کرب والم کا سامنا کرنا پڑا تھا اور جب اس کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر دشنام کے سبب لوگوں نے اسے دفن نہیں کیا تھا (تفصیل کے لیے دیکھیں: المنتظم فی تاریخ الملوك والأمم (9/40-41)، والبدایة والنهایة (13/598-599)

(7) قاضی ابوالطیب طاہر بن عبداللہ بن طاہر طبری شافعی (ت 450ھ) فرماتے ہیں: ہم جامع بغداد میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک خراسانی آیا اور اس نے ہم سے مصراۃ کے بارے میں سوال کیا (مصراۃ: یعنی ایسی اونٹنی، گائے، یا بکری جس کے تھن میں دودھ کو روک دیا جائے، یعنی: دودھ جمع اور اسٹور کیا جائے اور چند دنوں تک اس کے دودھ کو نہ نکالا جائے، پھر تھن میں دودھ اکٹھا کئے جانے کے بعد اس جانور کو فروخت کیا جائے، اس سے گراہک جانور کے سلسلہ میں زیادہ دودھاری گمان کرے اور اس کی قیمت میں اضافہ کرے، لیکن دو یا تین دفعہ دودھ نکالنے کے بعد اسے دھوکہ، فریب اور گھاٹے کا اندازہ ہوجائے)، مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: النهایة فی غریب الحدیث والأثر (3/27)، وتحفۃ الاحوذی (4/456-460) تو ہم نے اس سلسلہ میں جواب دیا اور بطور دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا (جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ولاتصروا الابل والغنم، فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخیر النظرین بعد أن یحلبها ان رضیها أمسکها، وان سخطها ردها وصاعا من تمر یعنی بکری اور اونٹنی کی تھنوں میں دودھ کو نہ روکیں بصورت دیگر مشتری دودھ نکالنے کے بعد بااختیار ہوگا اگر خوش ہوگا تو روکے اور اگر اس سے ناراض ہوا تو اسے لوٹائے گا اور ایک صاع کھجور بھی واپس کرے گا۔ اخرجہ البخاری (ع: البیوع، ح:2150)، ومسلم (ک: البیوع، ح:1515)، تو اس شخص نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کیا، اتنے میں چھت سے ایک سانپ گرا یہاں تک کہ رینگتے ہوئے حلقہ درس میں جا پہنچا اور اس عجمی پر ایک ضرب لگا کر اسے قتل کردیا۔ (شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے مجموع الفتاوی (4/538) میں اسے ذکر کیا ہے، اور یہ اس کے الفاظ ہیں، اور ابن العربی المالکی نے اسے اپنی کتاب القبس فی شرح موطا مالک بن انس (2/852) میں، اور ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (2/618-619 میں: ابوہریرہؓ کی سیرت کے ضمن برقم: 126)، اور مبارک پوریؒ نے تحفۃ الاحوذی (1/33) میں ذکر کیا ہے، اور امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: (اس کی سند ائمہ ہے یعنی سند کے ہر طبقہ میں ائمہ ہیں)۔

(8) عبدالرحمن محاربی کہتے ہیں کہ: میں ایک آدمی کی وفات پر حاضر ہوا، تو اس سے کہا گیا: لا اله الا الله کہو، اس نے کہا: میں اپنے اندر اس کی قدرت نہیں رکھتا میں ایسے لوگوں کی صحبت میں رہتا تھا جو مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینے کا حکم دیتے تھے۔ (تاریخ مدینة دمشق (30/403، ترجمة ابی بکر الصدیق برقم: 3398).

(9) پروفیسر ڈاکٹر شیخ ابواحمد محمد عبداللہ اعظمی جو ضیاء الرحمن - رحمہ اللہ - سے مشہور تھے نے مشہور زمانہ مصنف محمود ابوریہ، صاحب کتاب: (اضواء علی السنة المحمدیة)، وکتاب (ابوہریرة شیخ المضیرة) وغیرہ سنت پر تنقید سے متعلق کتابوں کے مصنف کے بارے میں ایک واقعہ جو کافی مشہور ہے کو متعدد دفعہ اپنے تلامذہ سے بیان فرمایا۔ (محمود ابوریہ عصر حاضر میں سنت پر بڑے طعن کرنے اور تشکیک پیدا کرنے والوں میں سے تھا، اس نے سنت نبوی اور کئی صحابہ کرامؓ پر بہت زیادہ طعن کیا ہے بالخصوص صحابی جلیل ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر، حالانکہ اہل علم نے ابوریہ کی جہالتوں، ضلالتوں اور ظلمتوں پر بہت زیادہ اور دندان شکن جوابات دئے ہیں، ان میں سے شیخ محمد عبدالرزاق حمزہ اپنی کتاب (ظلمات ابوریہ امام اضواء السنة المحمدیہ) میں اور شیخ عبدالرحمن بن یحیٰ معلمی مکانی اپنی کتاب: الأنوار الکاشفة لما فی أضواء علی السنة من الزلل والتضلیل والمجازفة) میں اور دکتور محمد عجاج خطیب اپنی کتاب: (ابوہریرہ راویة الاسلام) میں، اور دکتور محمد الاعظمی اپنی

کتاب:الصحابی الجلیل أبو هريرة فی ضوء مروياته) میں وغیرہ)۔

چنانچہ شیخ نے ایک دفعہ اپنے شاگردوں سے بتایا کہ جب وہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں بحثیت موظف کام کررہے تھے تو ان کے آفس میں مصر سے عبدالحکیم حمادہ نامی ایک آدمی زیارت کی غرض سے آیا، وہ پہلے سے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اوران کی مرویات سے متعلق شیخ کے خصوصی اہتمام اور تحقیق ودراسہ سے متعلق سن چکا تھا تو اس نے آپ کوخبر دی کہ جب سے میں نے ابوریہ کی سنت نبوی ، اسی طرح بہت سارے صحابہ کرام بالخصوص ابوھریرہ رضی اللہ عنہ پرلعن طعن سے متعلق سنا تو مجھے بہت تعجب ہوا، کہتا ہے کہ: پھر میں اس آدمی کو دیکھنے کی غرض سے گیا جوسنت نبوی پرطعن کرتا ہے کہ آخر یہ کون شخص ہے..؟!میں اس کے گھر پہنچا اوراس کی اولاد سے ملا، تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ وہ مریض ہے اور انہوں نے شدید اصرار کے بعد ہی زیارت کی اجازت دی، انہوں نے مجھے اس کمرہ میں داخل کیا جس میں وہ ایک چارپائی پر پڑا تھا ،میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ حددرجہ سیاہ ہوکر کوئلہ کی شکل اختیار کرلیا ہے، اوروہ مسلسل کراہ اور چیخ رہا ہے یہ کہتے ہوئے: آہ ابو ہریرہ.. آہ.. ابو ہریرہ.. میں اس کے کمرہ سے نکلا اور جو ہولناک منظر میں نے دیکھا اس کی وجہ سے میں وہاں اس کے پاس کھڑے رہنے کی اپنے اندر سکت نہ پاسکا... اخیر میں شیخ نے طلبہ، حاضرین اور دیگر لوگوں کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں تم سب کواجازت دیتا ہوں کہ میری طرف سے اس قصہ کو بیان کرواورلوگوں کے درمیان خوب پھیلاو چونکہ اس کے اندر عبرت ونصیحت ہے۔

یوں تو صحابہ کرامؓ پر لعن طعن، بغض ونفرت اورسب وشتم میں سرمست لوگوں کے سوء خاتمہ کے ماضی قریب وبعید میں بہت سارے واقعات ہیں بطورعبرت ونصیحت ہم نے چند شواہد کے تذکرہ پراکتفا کیا تاکہ اس بیماری کے شکار افراد ہوش کے ناخن لیں اور دانستہ یا نادانستہ طور پر دشمنان صحابہ کی ہمنوائی اور دنیوی مفاد کی خاطر ان سے قربت اختیار کرنے والے اپنے بھائی ان واقعات سے عبرت حاصل کرسکیں۔(اس سلسلہ میں مزید نمونوں اور شواہد کے لیے ملاحظہ ہو: شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة (7/1327-1335 برقم: 2360- 2373)، وتاريخ مدينة دمشق (30/ 401-403، ترجمة أبي بكر الصديق برقم: 3398)، والنهي عن سب الاصحاب (ص: 89-118 برقم: 36-60)، وكتاب الروح (ص: 324)، ومنزلة معاوية بن أبي سفيان عند اهل السنة والجماعة والرد على شبهات الطاعنين فيه(1/130-132)

اللہ ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سچی عقیدت ومحبت رکھنے والا بنا، گستاخان صحابہ اوران کے ہمنواؤں سے کوسوں دور رہنے کی توفیق دے اورصحابہ کرام کے دفاع میں زبان وقلم کے ذریعہ سدا برسرپیکار رہنے کی قوت وجرأت نصیب فرما، نیز روز قیامت ہمارا حشر شفیع المذنبین سیدالمرسلین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اورآپ کے تمام اصحاب کے ساتھ فرما آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

آگئے ہیں امام حرم

بموقع پینتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس رام لیلا میدان نئی دلی ۹/۱۰/نومبر ۲۰۲۴ء بروز سنیچر، اتوار

آگئے ہیں امام حرم | ہے خدا کا یہ فضل و کرم
کس قدر آپ ہیں محترم | جس جگہ تھے نبیؐ کے قدم
نور و روشنی پائیں گے | ہاں چلو آگہی پائیں گے
ہم سبھوں پہ ہے رب کا کرم | نیم جاں زندگی ہوگئی
کیسے آئے گا امن و اماں | آگئے ہیں امام حرم
ہے کفن مل نہیں پا رہا | جو فلسطین کا ہے سماں
کس قدر ہے واں ظلم و ستم | اس قدر ہو رہا امتحاں
دور آشوب کے درمیاں | آگئے ہیں امام حرم
ظلم و جور و جفا سے ابھی | ہوگا محفوظ ہندوستاں
یہ بتائیں گے اہل قلم | کیسے بچ پائے گا کل جہاں
رام لیلا میں دانشوراں | آگئے ہیں امامِ حرم
روشنی ڈالیں گے مختلف | قوم کے دین کے پاسباں
جتنے عنوان ہیں بیش و کم | ٹوپکوں پہ یہی حق بیاں
ظلم ہونے نہ دیں گے کبھی | آگئے ہیں امامِ حرم
نفرتوں کی نزاعات کی | عزم ہاشم کریں ہم سبھی
نقشِ باطل مٹائیں گے ہم | بیج بونے نہ دیں گے کبھی
آگئے ہیں امام حرم

محمد ہاشم فیضی السّلفی
ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث مغربی چمپارن بہار

ابوعدنان سعید الرحمن نورالعین سنابلی

اسلام نے تجارت اور ہنر سیکھنے کی ترغیب دی ہے

اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے اور شریعت اسلامی انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں رُشد و ہدایت حاصل کرنے کا سب سے اہم ذریعہ ہے اور اسے معیشت وسیاست کیلئے دوسرے نظاموں سے کچھ بھی مستعار لینے کی ضرورت نہیں، دین کے بارے میں یہ غلط تصور مغربی تہذیب نے دیا ہے کہ یہ صرف اللہ اور بندے کے باہمی تعلق کا نام ہے اور دنیا کے دیگر معاملات ہمیں انسانی عقل اور تجربے کی کسوٹی پر پرکھ کر ہی بروئے کار لانے چاہئیں۔ تاریخ گواہ ہے جب جب انسان نے اس طرح کے نظام بنائے ہیں تو اس کے نتیجے میں اس نے انسان کو شخصی استبداد میں مبتلا کیا سرمایہ دارانہ نظام کی صورت میں، اور یا پھر کمیونزم کی صورت میں اسے اسکی ذاتی ملکیت سے ہی محروم کر دیا۔ جبکہ اسلام ہر معاملہ میں اعتدال کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا'' (سورۃ البقرۃ ۱۴۳/) یعنی اور ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا۔

شریعت اسلامی اس معتدل امت کیلئے مکمل نظام زندگی ہے اور بلا شبہ مکمل نظام زندگی پر مشتمل شریعت کیلئے یہ کسی طرح موزوں نہیں تھا کہ وہ زندگی کے اس مخصوص شعبے [معاشی نظام] یا اس کی معاشی اساس ''زراعت'' کے بارے میں ہدایات جاری نہ کرے۔

زیر نظر مضمون میں اسلام میں زراعت سے متعلق بعض فضائل کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ دین اسلام نے زراعت و کاشت کاری کے جزئیات کو بڑے سہل انداز میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور معاشی نظام کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے بلکہ یہ نظام بہت ہی سہل، آسان اور انسانوں کے خیر و بھلائی پر مبنی ہیں۔

اسلام پیشہ اور ہنر پر ابھارتا ہے: دین اسلام پیشہ اختیار کرنے اور باہنر ہونے کی تاکید کرتا ہے۔ اس لئے کہ انسان جب باہنر ہوگا تو وہ اپنی روزی خود کما کر کھائے گا لیکن جب بے کار اور غیر پیشہ ہوگا تو ہر کس و ناکس کے در پر ہاتھ پھیلاتا پھرے گا اور اپنے نفس کو ذلیل کرتا پھرے گا۔ چنانچہ پیشہ مند اور باہنر ہونے میں جہاں انسان خوشحال زندگی گزارتا ہے وہیں اس میں احترام انسانیت اور تکریم آدمیت بھی موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے حلال روزی کمانے کی واجب قرار دیا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''طلب الحلال واجب علی کل مسلم'' یعنی حلال روزی طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (اسے امام بیہقی نے المعجم الاوسط میں نقل کیا ہے اور امام منذری نے ترغیب ۵۴۶/۲ میں کہا ہے کہ ان شاء اللہ یہ حسن ہے۔ اسے ہیثمی نے مجمع الزوائد ۱۹۲/۱ میں حسن قرار دیا ہے جبکہ شیخ البانی نے الجامع الصغیر ۳۶۲۴/ میں ضعیف قرار دیا ہے۔)

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلًا، فَيَأْخُذَ حُزْمَةً مِنْ حَطَبٍ فَيَبِيعَ، فَيَكُفَّ اللهُ بِهِ وَجْهَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أُعْطِيَ أَمْ مُنِعَ'' یعنی اگر کوئی شخص رسی لے کر لکڑیوں کا گٹھا لائے، پھر اسے بیچے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی آبرو محفوظ رکھے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور (بھیک) اسے دی جائے یا نہ دی جائے۔ اس کی بھی کوئی امید نہ ہو۔ (صحیح بخاری ۲۳۷۳/)

یہ حقیقت ہے کہ ہنر مند پیشہ ور لوگ سماج و معاشرہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور ایسے افراد بسا اوقات فقراء و مساکین کے لئے مسیحا ثابت ہوتے ہیں اور یہ لوگ دوسروں کے سامنے کاسہ لیسی اور دریوزہ گری کر کے اپنے آپ کو ذلیل نہیں کرتے ہیں، اس لئے کہ دنیا کا دستور ہے کہ وہ ضرورت مندوں کی تحقیر و تذلیل کرتی ہے جبکہ اللہ جل شانہ کا دستور یہ ہے کہ اگر کوئی سوال کرنے سے بچتا ہے تو وہ اسے غیب سے نوازتا ہے جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ چند انصاری صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا اور جس نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیا، یہاں تک کہ جو مال آپ کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا۔ جب سب کچھ ختم ہو گیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے دیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''أَنْفَقَ بِيَدَيْهِ مَا يَكُنْ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ لَا أَدَّخِرُهُ عَنْكُمْ، وَإِنَّهُ مَنْ يَسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ، وَلَنْ تُعْطَوْا عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ'' یعنی جو بھی اچھی چیز میرے پاس ہوگی میں اسے تم سے بچا کے نہیں رکھتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ جو تم میں (سوال سے) بچتا رہے گا اللہ بھی اسے غیب سے دے گا اور جو شخص دل پر زور ڈال کر صبر کرے گا اللہ بھی

اسے صبر دے گا اور جو بے پرواہ رہنا اختیار کرے گا اللہ بھی اسے بے پرواہ کردے گا اور اللہ کی کوئی نعمت صبر سے بڑھ کر تم کو نہیں ملی۔(صحیح بخاری/۶۴۷۰)

ایوب سختیانی رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ بازار سے اپنا رشتہ مضبوط رکھو، کیونکہ تم اپنے چہیتوں کی نگاہوں میں تب تک باعزت رہو گے جب تک تمہیں ان کی ضرورت نہیں پڑے گی۔(روضۃ العقلاء لابن حبان/۲۲۶، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۳/۱۱)

ابوقلابہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لوگوں سے بے نیازی سب سے عظیم عافیت ہے۔(روضۃ العقلاء/۲۲۶، حلیۃ الاولیاء ۲/۲۸۶، جامع بیان العلم لابن عبدالبر ۲/۱۴)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ لوگوں سے بے نیازی کتنی بڑی نعمت ہے۔(الحث علی التجارۃ لابی بکر الخلال/۲۷)

ہنرمندی اور پیشہ ور بن کر ایک مسلمان بہت سارے افعال خیر کو انجام دے سکتا ہے جن نیکی اور بھلائی کے کاموں کو ایک خوشحال شخص ہی انجام دے سکتا ہے جیسے صلہ رحمی، مہمانوازی، صدقات جاریہ، فقراء ومساکین کا تعاون وغیرہ۔یہی وجہ ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے:’’اللَّهُمَّ هَبْ لي مجدًا ولا مجدَ إلَّا بفِعالٍ، ولا فِعالَ إلَّا بمالٍ، اللَّهمَّ لا يُصْلِحُني القليلُ، ولا أصلُحُ عليه‘‘(کتاب الاسخیاء للدارقطنی، ملاحظہ ہو:الاصابہ ۳/۸۰)

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کہتے ہیں:’’لا خيرَ فيمَن لا يُحِبُّ جَمعَ المالِ مِن حَلالٍ، يَكُفُّ بِهِ وَجهَهُ ويَصِلُ بِهِ رَحِمَهُ و يُعطى من حقه‘‘یعنی اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو حلال ذرائع سے حاصل شدہ مال کو اکٹھا کرنے کی چاہت نہ رکھتا ہو جس سے وہ لوگوں کے سامنے دریوزہ گری کرنے سے بچ جائے، اس سے رشتہ ناطہ جوڑے اور مال کا حق ادا کرے۔(حلیۃ الاولیاء ۲/۱۷۳، اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی نامی راوی ضعیف ہے۔)

بے کاری اور بے روزگاری وہ عفریت ہیں جن کے بطن سے چوری، ڈاکہ زنی اور رہزنی جیسے جرائم جنم لیتے ہیں اور جب کوئی قوم اور نسل آرام پسند ہو جاتی ہے تو پھر اس سماج ومعاشرہ میں غربت وافلاس اور فاقہ کشی جیسی وبائیں ہر سو عام ہو جاتی ہیں۔

اللہ جل شانہ نے احسان جتایا ہے کہ اس نے بندوں کو عمل کے لائق بنایا ہے:

اللہ جل شانہ اپنے بندوں پر احسان جتایا ہے کہ اس نے دن کو تلاش معاش اور روزگار کے قابل بنایا ہے۔اللہ فرماتا ہے:’’وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا‘‘(سورۃ النباء/۱۱)یعنی اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:’’وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُم مِّن فَضْلِهِ‘‘(سورۃ الروم/۲۳)یعنی اور (بھی) اس کی (قدرت کی) نشانی تمہاری راتوں اور دن کی نیند میں ہے اور اس کے فضل (یعنی روزی) کو تمہارا تلاش کرنا بھی ہے۔

اسی طرح، اللہ تعالیٰ نے اس بات پر بھی احسان جتایا ہے کہ اس نے زمین کو غلہ اور اناج اگانے کے قابل بنایا ہے۔چنانچہ فرمایا:’’وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ‘‘(سورۃ الاعراف/۱۰)یعنی اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان رزق پیدا کیا۔

دوسری جگہ فرمایا:’’وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ، وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ‘‘(سورۃ الحجر/۱۹-۲۰)یعنی اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا ہے اور اس پر (اٹل) پہاڑ ڈال دیئے، اور اس میں ہم نے ہر چیز ایک معین مقدار سے اگا دی۔اور اسی میں ہم نے تمہاری روزیاں بنادی ہیں اور جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو۔

اللہ جل شانہ نے ان آیات کریمہ میں بندوں پر اس بات پر احسان جتلایا ہے کہ اس نے وسیع وعریض زمین کو انسانوں کے لئے ہموار بنایا ہے، اتنی سخت بھی نہیں کہ چلنے میں پریشانی ہو اور اتنی نازک بھی نہیں کہ پاؤں دھنس جائے اور چلنے کے قابل نہ رہے بلکہ انسانی قدموں کے لئے بالکل مناسب بنایا ہے، نیز اسے کھیتی باڑی کے لائق بنائے تاکہ انسان اپنے بنائے ہوئے آلات کو استعمال کرکے زمین کے سینے کو چاک کرکے اس سے خزانے نکال سکے، اس میں کنویں کھود کر شیریں پانی نکال سکے، نہریں جاری کرسکے، چٹانوں کو ریزہ ریزہ کرکے پہاڑوں کے درمیان سے راستے نکال سکے اور اس پر پل وغیرہ تعمیر کرسکے۔

دوسری طرف اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو زمین کے گوشوں میں چل کر اس سے الٰہی نعمتوں کو نکالنے، غلات اور اناج وغیرہ نکالنے اور زمین میں موجود اس کی نعمتوں سے فیضیاب ہونے کی تاکید کرتا ہے، لیکن ان تمام مواقع پر آخرت کی زندگی اور دنیوی زندگی کے چندروزہ ہونے کی یاددہانی کرتا ہے تاکہ انسان دنیاداری ہی میں مگن نہ ہو جائے بلکہ اسے ہمیشہ یاد رہے کہ یہ چندروزہ زندگی ہے اور آخرت کی زندگی ہی دارالبقاء اور دارالخلد ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:’’التمِسوا الرِّزقَ فی خبايا الأرضِ‘‘یعنی زمین کے دفینوں میں روزی تلاش کرو۔(فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل/۴۳۱، مسند ابویعلیٰ/۴۳۸۴، المعجم الاوسط للطبرانی/۸۹۵، ابن عساکر نے معجم الشیوخ ۲/۸۱۲ میں اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔)

اسلام مشغلہ کی قدر کرتا ھے:مشغولیت اور عمل کو اسلام قدر

کی نگاہ سے دیکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے نماز کو ہلکا کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ نماز کی حالت میں انسان اللہ جل شانہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اس سے ہم کلام رہتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس حالت میں نماز کو ہلکا کرنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ مریضوں، کھیتوں میں کام کرنے والوں اور مسافروں پر دشوار نہ گزرے۔ اللہ تعالیٰ نے مشغولیت اور عمل کو نماز کی تخفیف کا سبب قرار دیا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے کئی مواقع پر لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے بہت سے ائمہ کرام پر سخت نکیر فرمائی اور تاکید فرمائی کہ نمازوں میں بہت سے بیمار، پیشہ ور افراد، کسان اور دیگر مشاغل والے حضرات شامل ہوتے ہیں جو اپنی مشغولیات سے کچھ لمحہ نکال پاتے ہیں، ان کی رعایت کراتے ہوئے نماز پڑھانی ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے، پھر اپنی قوم میں آتے اور انہیں نماز پڑھاتے۔ انہوں نے (ایک مرتبہ) نماز میں سورۃ البقرہ پڑھی۔ اس پر ایک صاحب جماعت سے الگ ہو گئے اور ہلکی نماز پڑھی۔ جب اس کے متعلق معاذ کو معلوم ہوا تو کہا وہ منافق ہے۔ معاذ کی یہ بات جب ان کو معلوم ہوئی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگ محنت کا کام کرتے ہیں اور اپنی اونٹنیوں کو خود پانی پلاتے ہیں معاذ نے کل رات ہمیں نماز پڑھائی اور سورۃ البقرہ پڑھنی شروع کر دی۔ اس لیے میں نماز توڑ کر الگ ہو گیا، اس پر وہ کہتے ہیں کہ میں منافق ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے معاذ! تم لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرتے ہو، تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا (جب امام ہو تو) سورۃ الشّمس اور سورہ اعلیٰ جیسی سورتیں پڑھا کرو۔“ (صحیح بخاری/۶۱۰۶)

دین اسلام نے پیشہ اور ہنر مندی کو احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ حقیر سے حقیر پیشے کو بھی بھیک مانگنے سے اولیٰ اور بہتر قرار دیا ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بعض اسلاف کرام کا قول نقل کیا ہے کہ گھٹیا سے گھٹیا پیشہ بھی لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ۱۹۲/۳۰)

امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: بادشاہوں کے داد و دہش سے بہتر تعلیم پر اجرت لینا ہے اور قریبی لوگوں سے صلہ رحمی کی بنیاد پر ملنے والی رقوم سے بہتر بادشاہوں کے داد و دہش ہے۔ (مجموع الفتاوی ۱۹۲/۳۰)

اس بنیاد پر اگر انسان کوئی ہنر اور پیشہ جانتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ برسر روزگار ہو کر کمائے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور بھیک مانگنے سے گریز کرے، اگرچہ وہ جس پیشہ کو جانتا ہو وہ پیشہ حقیر اور کمتر ہی کیوں نہ ہو، پھر بھی اسے دوسروں کی سامنے ہاتھ پھیلانے سے گریز کرنا چاہئے۔

افضل ترین پیشہ : اللہ جل شانہ نے اس کائنات میں مختلف پیشے اور ہنر بنائے ہیں اور لوگ اپنی ذہنی استعداد اور جسمانی صلاحیتوں کے مطابق مختلف و متنوع پیشوں میں مہارت حاصل کرتے ہیں، لیکن ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان جن مختلف ذرائع سے مال کماتا ہے، ان میں سب سے افضل اور برتر کمائی کا ذریعہ کون ہے یا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں کون سا پیشہ سب سے محترم ہے؟

اس سلسلے میں علمائے امت کا اختلاف ہے۔ چنانچہ کچھ علمائے کرام نے کہا ہے کہ زراعت سب سے معزز پیشہ ہے اور زراعت سے حاصل ہونے والا مال سب سے محترم ہے۔ کچھ علمائے کرام نے ہاتھ کی کمائی یعنی صناعت و کاری گری کو افضل ترین ذریعۂ معاش قرار دیا ہے۔ کچھ علمائے کرام نے تجارت کو افضل ترین ذریعۂ معاش قرار دیا ہے تو کچھ علمائے کرام نے غنیمت حاصل ہونے والے مال کو افضل ترین مال قرار دیا ہے۔

امام ماوردی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اہم ترین ذرائع معاش زراعت، تجارت اور حرفت و کاری گری ہے اور شافعی مسلک کے مطابق تجارت سب سے پاکیزہ ذریعۂ معاش ہے۔ امام ماوردیؒ نے مزید کہا ہے کہ میرے نزدیک کھیتی باڑی سب سے پاکیزہ ذریعۂ معاش ہے کیونکہ یہ توکل سے قریب تر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ کے بقول: درست بات یہ ہے کہ سب سے پاکیزہ کمائی وہ ہے جسے ہاتھ سے کمایا گیا ہو، چنانچہ اگر ذریعۂ معاش ہو تو وہ سب سے پاکیزہ ہوگا، کیونکہ اسے ہاتھوں سے انجام دیا جاتا ہے اور اس میں توکل کا پہلو بھی موجود ہے، نیز اس سے آدمی اور چوپائے دونوں فائدہ اٹھاتے ہیں اور عادۃً بلاعوض اس سے کچھ حصہ کھایا بھی جاتا ہے۔ (شرح صحیح مسلم ۲۱۳/۱۰، فتح الباری ۳۰۴/۴)

ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی اپنے ہاتھوں سے جہاد انجام نہ دیتا ہو تو اس کے حق میں زراعت افضل ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے آگے فرمایا ہے کہ درست بات یہ ہے کہ اس کے مختلف مراتب ہیں اور احوال و اشخاص کے اعتبار سے بھی بہتر ذریعۂ معاش تبدیل ہوتا ہے اور حقیقی علم اللہ جل شانہ کے پاس ہے۔ (فتح الباری ۳۰۴/۴)

امام عینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: لوگوں کی حالتوں کے مختلف ہونے سے افضل ترین ذریعہ معاش بھی مختلف ہوتا ہے۔ اگر لوگوں کو غلے کی سخت ضرورت ہوگی تو اس صورت میں کھیتی باڑی افضل ذریعۂ معاش ہوگی تاکہ لوگوں کو بآسانی غلہ حاصل ہو سکے۔ (عمدۃ القاری ۱۵۵/۱۲)

سابقہ اقوال سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انسان کو حصولِ معاش کے لئے صنعت و حرفت، تجارت، کھیتی باڑی اور دیگر ذرائعِ معاش میں سے کسی کو اختیار کرنا

چاہئے، البتہ افضل ترین ذریعہ معاش کے سلسلے میں راجح ترین موقف یہی ہے کہ یہ افراد اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، چنانچہ کسی ایک پیشہ کے تعلق سے بالضبط نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ پیشہ اور کمائی کا ذریعہ ہی سب سے افضل اور برتر ہے بلکہ یہ لوگوں کی ضرورت اور زمان ومکان کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

نیز سابقہ اقوال کی روشنی میں ایک بات مزید معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے علمائے کرام دنیوی امور سے نابلد نہیں تھے بلکہ وہ کتابوں کے ساتھ ساتھ دنیوی احوال و امور پر بھی گہری نظر رکھا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تجارت، زراعت یا صنعت وحرفت میں سے کسی ایک کو افضل نہ بتا کر احوال واوقات اور ازمنہ کے اعتبار سے اولیت اور افضلیت کی بات کہی ہے تاکہ لوگ صرف ایک ہی چیز پر توجہ نہ دیں بلکہ مختلف پیشے اختیار کریں کیونکہ کوئی بھی سماج یا معاشرہ تبھی ترقی یافتہ ہوسکتا ہے جب اس میں رہنے والے افراد ہر پیشہ اور ہنر سے وابستہ ہو۔ کچھ افراد کھیتی باڑی سے جڑے ہوں تو کچھ افراد صنعت وحرفت سے وابستہ ہوں، کچھ لوگ بزنس اور تجارت سے متعلق ہوں، کچھ لوگ زمین میں مدفون خام مواد کو نکالنے کے ہنر سے آشنا ہوں تو کچھ لوگ تعلیم وتدریس سے وابستہ ہوں تاکہ امت کے تمام احتیاجات وضروریات کی تکمیل ہوسکے اور پھر ہمارا سماج کسی معاملے میں دوسرے کا محتاج نہ ہو۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ! امت محمدیہ نے علمائے کرام کے ان پند ونصائح اور اقوال پر عمل کیا، چنانچہ اس امت کے پاس کروڑوں ہیکٹر کاشت کی زمین ہے، عرب ممالک میں زمین سے پٹرول وغیرہ بڑے مقدار میں نکالا جاتا ہے حتی کہ بہت حد تک دنیا عرب ممالک کی محتاج ہیں، امت محمدیہ کے افراد مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں اور یہ امت اپنے شب وروز کے کاموں میں کسی کی ضرورت مند نہیں ہے۔

شجر کاری اور کھیتی باڑی کی فضیلت: قرآن کریم میں درخت یعنی شجرہ کا تذکرہ انیس مرتبہ وارد ہے اور اس کی جمع چھ جگہوں پر وارد ہے جبکہ کھیتی باڑی (زرع) اور اس کے مشتقات تیرہ مرتبہ وارد ہے۔

اس کے برعکس احادیث میں درختوں اور کاشت کاری اور اس کے متعلقات مختلف مقامات پر وارد ہیں۔

دین اسلام نے شجر کاری پر خصوصی توجہ دلائی ہے۔ اسلام میں شجر کاری کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگاسکتے ہیں کہ بہت سے نیکیوں کے صلہ میں نیکی کو انجام دینے والے کے لئے جنت میں درخت لگائے جانے کی بات کہی گئی ہے کیونکہ درخت حد درجہ فائدہ منداور نفع بخش ہوتا ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ العَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ، غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الجَنَّةِ'' یعنی جس نے سبحان اللہ وبحمدہ کہا اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگایا جاتا ہے۔ (مسند احمد ۳/۴۴۰، سنن ترمذی ۳۴۶۴، شیخ البانی نے صحیحہ ۶۴ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَقْرِءْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَأَنَّهَا قِيعَانٌ، وَأَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ'' یعنی جس رات مجھے معراج کرائی گئی، اس رات میں ابراہیم علیہ السلام سے ملا، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''اے محمد! اپنی امت کو میری جانب سے سلام کہہ دینا اور انہیں بتادینا کہ جنت کی مٹی بہت اچھی (زرخیز) ہے، اس کا پانی بہت میٹھا ہے، اور وہ خالی پڑی ہوئی ہے اور اس کی باغبانی ''سبحان اللہ والحمد للہ ولا إلہ إلا اللہ واللہ اکبر سے ہوتی ہے''۔ (سنن ترمذی ۳۴۶۲، شیخ البانی نے صحیحہ ۱۰۶ میں اسے حسن قرار دیا ہے۔)

دین اسلام نے مسلمانوں کو شجر کاری کی تعلیم دی ہے اور اس کی اہمیت کو مختلف ناحیہ سے واضح کیا ہے۔ شجر کاری کے تعلق سے جب ہم دین اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شجر کاری پر اس قدر زور کسی دوسرے دین میں موجود نہیں ہے۔ دین اسلام میں درختوں کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خلفائے راشدین جب فوجی کمانڈروں کو جہاد کے لئے ارسال کیا کرتے تھے تو انہیں بہت ساری باتوں کی تعلیم دیا کرتے تھے، منجملہ تعلیمات میں ایک تعلیم یہ بھی ہوا کرتی تھی کہ وہ درختوں کو کاٹنے، جلانے یا کسی بھی طرح سے انہیں نقصان نہ پہنچانے سے گریز کریں۔ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اسلامی لشکر کو کسی مہم پر روانہ کرتے تو انہیں وصیت کرتے: ''ولا تغرقن نخلا، ولا تحرقنها، ولا تعقروا بهيمة، ولا شجرة تثمر، ولا تهدموا بيعة، ولا تقتلوا الولدان، ولا الشيوخ، ولا النساء.... '' یعنی کھجور کے باغات کو تباہ وبرباد کرنا نہ اُنہیں جلانا، نہ کسی چوپائے کو ذبح کرنا، نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا، نہ کوئی گرجا گرانا، نہ بچوں کو قتل کرنا نہ بوڑھوں کو، نہ عورتوں کو۔ (مؤطا امام مالک ۲/۴۴۸، مصنف عبدالرزاق ۵/۹۹۱، سنن بیہقی ۹/۸۵)

یہ بات واضح ہے کہ ان جیسے مواقع پر انتہائی اہم چیزوں کی وصیت کی جاتی ہے۔ دین اسلام نے بربنائے ضرورت ہی درختوں کو کاٹنے کی اجازت دی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے کے لئے بعض موقع پر کہا تھا ورنہ عمومی حالتوں میں درختوں کو نقصان پہنچانے سے سختی سے روکا گیا ہے۔

☆☆☆

جن لوگوں سے اللہ نفرت کرتا ہے

مولانا ابومعاویہ شارب بن شاکر السلفی، بہار

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم، اما بعد:

ایک انسان کے لئے سب سے بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ اسے اللہ کی محبت مل جائے اور جس انسان کو بھی اللہ کی محبت مل جاتی ہے اس انسان سے پوری کائنات محبت کرنے لگ جاتی ہے اس مضمون میں ان لوگوں کا تذکرہ کرنے جا رہا ہوں جن سے اللہ نفرت کرتا ہے، جن کو اللہ پسند نہیں کرتا ہے اور جن سے اللہ ناراض رہتا ہے، اللہ کی پناہ! میرے بھائیو! یہ بات اچھی طرح سے یاد رکھ لیں اور جان لیں کہ جس انسان سے اللہ ناراض ہو جائے تو اس انسان سے ساری کائنات ناراض ہو جاتی ہے، جیسا کہ حبیب کائنات ﷺ نے فرمایا کہ " وَإِذَا أَبْغَضَ اللَّهُ عَبْدًا نَادَى جِبْرِيلَ "کہ جب اللہ کسی بندے سے اس کے برے اعمال وکرتوت کی وجہ سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے تو جبرئیل امین کو بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ "إِنِّي قَدْ أَبْغَضْتُ فُلَانًا " میں فلاں بندے سے نفرت کرتا ہوں، لہذا تم سب بھی ایسے انسان سے نفرت کرو، فرمایا "فَيُنَادِي فِي السَّمَاءِ ثُمَّ تَنْزِلُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ " جبرئیل امین آسمان میں یہ اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے نفرت کرتا ہے، (اے فرشتوں کی جماعت! تم سب بھی اس انسان سے نفرت کرو اور پھر فرشتے بھی ایسے انسان سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں) پھر اس کے لئے زمین میں نفرت اتار دی جاتی ہے۔(ترمذی:3161،صحیح الألبانیؒ) آج پوری دنیا میں ہم مسلمانوں سے سب سے زیادہ نفرت کی جا رہی ہے، آج ہر کس وناکس اور ہر قوم ہم سے نفرت کر رہی ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے اپنے برے اعمال وکردار سے اپنے رب کو ناراض کر لیا ہے۔ اس لئے میرے بھائیو! اپنی اصلاح کر لو اور ہر اس حرکت سے باز آجاؤ جس سے ہمارا رب ناراض ہوتا ہے، اب آیئے میں آپ لوگوں کو ان بدبختوں اور بدنصیبوں کے بارے میں بتلاتا ہوں جن سے رب نفرت کرتا ہے اور جن کو پسند نہیں کرتا ہے:

1۔ ظالموں سے اللہ نفرت کرتا ہے:

آج ہر طرف ظلم کا بازار گرم ہے، ہر طاقتور اپنی طاقت کے نشے میں چور کمزوروں کے اوپر ظلم کر رہا ہے اپنے ماتحت لوگوں کے اوپر ظلم وزیادتی کرنا اپنا حق سمجھتا ہے اور اس معاملے میں آج کا مسلمان بھی کچھ پیچھے نہیں ہے بلکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر ظلم کرتا نظر آتا ہے، ایک بھائی اپنے بھائی پر ظلم کرتا نظر آتا ہے، ایک شوہر اپنے بیوی پر ظلم کرتے نظر آتا ہے، ایک ساس اپنے بہو پر ظلم وزیادتی کرتے نظر آتی ہے جب کہ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ ہر مسلمان مرد وعورت کے مابین دینی اخوت ہے لہذا کوئی کسی کے اوپر ظلم نہ کرے جیسا کہ جناب محمد عربی ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ "الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ " ایک مسلمان دوسرے مسلمان مرد کا بھائی ہے اور اسی طرح سے ایک عورت بھی دوسری عورت کی بہن ہے تو کوئی کسی کے اوپر ظلم نہ کرے۔(بخاری:2442،مسلم:2564) جہاں انسان کا انسان کے اوپر ظلم کرنا حرام ہے وہیں اللہ کی شان وعظمت بھی ذرا سن لیجئے کہ ایک بار نہیں کئی بار خود اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک کے اندر یہ اعلان کر دیا ہے کہ میں کسی کے اوپر ظلم نہیں کرتا ہوں، فرمایا "وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ " اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔(فصلت:46) کہیں فرمایا کہ " وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ "یقین مانو کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔(الحج:10) دیکھئے خود اللہ کا یہ اعلان ہے کہ میں اپنے بندوں کے اوپر ظلم نہیں کرتا ہوں مگر آج کا یہ حضرت انسان جو اللہ کی مخلوق ہو کر ایک دوسرے کے اوپر ظلم کرتے نظر آتا ہے جب کہ یہ ظلم وظالم اللہ رب العزت کو قطعی پسند نہیں ہے بلکہ اللہ تو ایسے لوگوں سے سخت نفرت کرتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے "وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ " اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔(آل عمران:57) یعنی اللہ ظالموں کو بالکل بھی پسند نہیں کرتا ہے، یہ ظلم ایک ایسا گناہ ہے جس کے مرتکب کو رب العزت دنیا میں ہی سزا سے دوچار کرتا ہے جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے "مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللَّهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ " یعنی کہ ظلم وزیادتی اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کی سزا اللہ تعالی دنیا میں بھی جلدی دے دیتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اس کی سزا جمع رکھ دیتا ہے۔(ابن ماجہ:4211،ابوداؤد:4902 صحیح الألبانیؒ) ایک دوسری روایت کے اندر اسی بات کو آپ ﷺ نے کچھ یوں بیان کیا کہ "كُلُّ ذُنُوبٍ يُؤَخِّرُ اللَّهُ مِنْهَا مَا شَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، إِلَّا الْبَغْيَ وَعُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ أَوْ قَطِيعَةَ الرَّحِمِ يُعَجِّلُ لِصَاحِبِهَا فِي الدُّنْيَا قَبْلَ الْمَوْتِ " تمام گناہوں میں سے اللہ تعالی جس کی چاہے سزا مؤخر کر دے سوائے ظلم وزیادتی اور والدین کی نافرمانی یا قطع رحمی کے، ان گناہوں کے مرتکب کو اللہ تعالی دنیا میں ہی بہت جلد سزا دیتا ہے۔(صحیح الأدب المفرد للألبانیؒ: 591،الصحیحۃ: 918،ترمذی: 2511، ابوداؤد: 4902،ابن ماجہ:4211)

اپنی بیویوں اور اپنے سسرال والوں کی باتوں میں آکر ماں باپ سے جدائی ودوری نہ اختیار کیا کرو، ماں باپ کو بڑھاپے میں اکیلے نہ چھوڑا کرو اور نہ ہی ماں باپ کو تکلیف دیا کرو اور نہ ہی ماں باپ کو رلایا کرو، ورنہ یہ حدیث یاد رکھنا کہ ایسے بدبختوں کو دنیا میں ہی سزا ضرور بالضرور ملتی ہے، اسی طرح سے وہ لوگ بھی ذہن نشیں کرلیں جو لوگوں کے اوپر اور بالخصوص اپنے پڑوسیوں اور اپنے رشتے داروں کے اوپر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھاتے ہیں، طرح طرح سے ان کو اذیتوں سے دوچار کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کو محلّہ وگاؤں چھوڑنے پر مجبور کردیتے ہیں تو اس طرح کے تمام لوگ دنیا ہی میں ضرور بالضرور اللہ کے کسی نہ کسی عذاب میں گرفتار ہوجاتے ہیں جب کہ ایسے لوگوں کا دردناک انجام وعذاب ابھی آخرت میں باقی رہے گا، اسی لئے حبیب کائنات ومحبوب خدا ﷺ نے اپنی امت کو یعنی کہ ہم کو اور آپ کو اس ظلم سے ڈراتے ہوئے باخبر کیا کہ اے لوگو!''مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ ''، اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی اور طریقہ سے ظلم کیا ہو تو وہ آج ہی اس دن کے آنے سے پہلے پہلے معاف کرالے، رفع دفع کرالے جس دن درہم ودینار نہ ہوں گے یعنی روپیہ پیسہ نہ ہوں گے بلکہ اس کی صورت یہ ہوگی کہ '' إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ '' اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا اور اگر کوئی نیک عمل اس ظالم کے پاس نہ ہوگا تو اس مظلوم کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اس ظالم کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔(بخاری:2449،مسلم:2581)

ظلم اور ظالموں سے رب العزت کو سخت نفرت ہے، کافروں ومشرکوں کو تو بسا اوقات رب العزت اپنی حکمت ومصلحت کے تحت اس دنیا میں عذاب سے دوچار نہیں کرتا ہے، چھوڑ دیتا ہے یا پھر ڈھیل دے دیتا ہے مگر اللہ رب العزت کبھی کسی ظالم کو معاف نہیں کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر ظالم مرنے سے پہلے پہلے اپنے ظلم کا مزہ کسی نہ کسی شکل میں ضرور بالضرور چکھ لیتا ہے۔

2۔گالیاں بکنے والوں سے اللہ نفرت کرتا ہے:

میرے دوستو! اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت زبان ہے، یہ زبان جہاں ایک طرف نعمت ہے وہیں دوسری طرف یہ زحمت بھی ہے، اس زبان سے جہاں ایک طرف ایک انسان جنت میں جاسکتا ہے وہیں دوسری طرف اسی زبان کی وجہ سے ہی سب سے زیادہ لوگ جہنم میں جائیں گے جیسا کہ حدیث کے اندر یہ بات مذکور ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ تم لوگ اپنی اپنی زبانوں کی حفاظت کرو تو حضرت معاذ بن جبلؓ نے سوال کیا کہ اے نبی اکرم ومکرم ﷺ ''وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ '' ہم جو باتیں کرتے ہیں کیا ان پر بھی ہماری پکڑ ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ تیری ماں تجھے گم پائے!''وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ '' لوگوں کو جہنم کی آگ میں چہروں اور نتھنوں کے بل گھسیٹنے والی چیز ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصلوں کے علاوہ اور کیا ہے۔(ترمذی:2617،ابن ماجہ:3973،الصحیحۃ:1122) زبان ہی کی وجہ سے لوگ سب سے زیادہ جہنم میں جائیں گے اس لئے میرے بھائیو! اپنی زبان کی حفاظت کرو اور اس زبان سے گالیاں نہ دیا کرو یاد رکھو کہ یہ گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور آپ ﷺ نے سختی سے اس بات سے روکا ہے کہ کوئی کسی کو گالی دے، ہمارے حبیب ﷺ نے تو انسان کیا جانور، ہوا، بخار یہاں تک کہ شیطان کو بھی گالی دینے سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ تم کسی بھی مخلوق کو گالی نہ دیا کرو۔(ابوداؤد:5103،5099،مسلم:2557،الصحیحۃ:2422) ایک طرف آپ ﷺ کا یہ حکم کہ تم کسی بھی مخلوق کو گالی نہ دو اور دوسری طرف آج کل کے مسلمانوں کی عادت یہ ہے کہ وہ ہر وقت کسی نہ کسی کو گالی دیتے نظر آتے ہیں، سماج ومعاشرے میں دیکھا یہ جاتا ہے کہ کیا عالم، کیا جاہل، کیا نمازی، کیا بے نمازی، کیا حاجی، کیا مرد، کیا عورت، کیا بچہ، کیا جوان، کیا بوڑھا ہر شخص ایک دوسرے کو گالی دیتے نظر آتا ہے جب کہ یہ گالی دینا منافقوں کا طور وطریقہ رہا ہے اور اللہ رب العزت کو تو گالیاں بکنا کسی بھی صورت میں پسند نہیں ہے جیسا کہ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے ''وَإِيَّاكُمْ وَالْفُحْشَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ '' کہ اے لوگو! فحش گوئی یعنی گالی گلوچ سے بچا کرو کیونکہ اللہ رب العزت فحش گو اور گالیاں دینے والے انسان کو پسند نہیں کرتا ہے۔(صحیح الادب المفرد للألبانی:366، ابوداؤد:4792) میرے دوستو! زبان کے ہلکے انسان کو اللہ صرف پسند ہی نہیں کرتا ہے بلکہ ایسے انسان سے رب العزت سخت نفرت بھی کرتا ہے جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے'' إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ ''کہ بے شک اللہ رب العزت فحش گو اور گالیاں بکنے والوں سے نفرت کرتا ہے۔(الصحیحۃ:876) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ '' إِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ ''بے شک اللہ رب العزت بدکلامی اور بیہودہ گوئی کرنے والے اور گالیاں دینے والوں سے نفرت کرتا ہے۔(ترمذی:2002،الادب المفرد:464،صحیح الجامع للألبانی:58،الصحیحۃ:876) اس لئے اپنی زبان کی حفاظت کرو، نہ تو اپنی زبان سے بدکلامی وبیہودہ گوئی کرو اور نہ ہی کسی کو گالیاں دیا کرو اور یہ بات اچھی طرح سے یاد رکھ لو کہ جو بھی شخص کسی کو گالیاں دے گا اس کی تمام نیکیاں ضائع وبرباد ہوجائیں گی۔(مسلم:2581)

3۔دنیاوی امور میں چالاک اور دینی واخروی معاملات میں جاہل رہنے والوں

سے اللہ نفرت کرتا ہے:

اللہ رب العزت ایسے لوگوں سے نفرت کرتا ہے جو دنیاوی معاملات میں بہت چالاک ہوتے ہیں، تجارت وبزنس کے معاملے میں بہت ہوشیار ہوتے ہیں، اعلی سے اعلی ڈگریاں رکھتے ہیں اور دس دس زبانوں کے جاننے وپڑھنے اور لکھنے والے ہوتے ہیں مگر دینی معاملات میں بالکل ہی جاہل ہوتے ہیں، نہ اللہ معلوم نہ رسول معلوم، نہ قرآن پڑھنے آتا ہے بلکہ کتنے ایسے لوگ ہیں جن کو سورہ فاتحہ اور تشہد کی دعائیں بھی یاد نہیں ہوتی ہیں، ایک مرتبہ کون بنے گا کڑوڑ پتی میں ایک مسلمان سے یہ سوال کیا گیا کہ چار اوپشن میں سے وہ کون ہے جو پیغمبر اور رسول نہیں ہے، اس میں تین نام تو نبیوں اور رسولوں کے تھے اور ایک نام جبرئیل امین کا تھا، آپ جانتے ہیں وہ شخص رامائن ومہابھارت، گیتا اور تاریخ، سائنس وٹکنالوجی وغیرہ کے مشکل سے مشکل سوالوں کے جواب دے گیا مگر وہ مسلمان ہوکر بھی اس سوال کا جواب نہ دے سکا، افسوس صد افسوس آج ہمارے بچے بھی ایسے ہی ہیں کہ وہ انجینئر، بی کام اور یم بی بی ایس ڈاکٹر، پی، ایچ، ڈی اور ایم فل وغیرہ کی ڈگریاں تو رکھتے ہیں مگر وہ دین سے بالکل بھی نابلد اور ناواقف ہوتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں سے اللہ نفرت کرتا ہے جو دنیاوی امور ومعاملات میں تو بہت ماہر اور ذہین وفطین ہوتے ہیں مگر دین کی موٹی موٹی باتوں کا بھی انہیں علم نہیں ہوتا ہے جیسا کہ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے کہ ”إِنَّ اللَّـهَ تَعَالَىٰ يُبْغِضُ كُلَّ عَالِمٍ بِالدُّنْيَا جَاهِلٍ بِالْآخِرَةِ “ بے شک اللہ تعالی اس شخص نے نفرت کرتا ہے جو دنیاوی امور ومعاملات کا تو بہت جانکار ہے مگر آخرت کے معاملے میں بہت جاہل ہے۔(صحیح الجامع للألبانیؒ:1879، الصحیحہ:195) ایسا انسان اللہ کے نزدیک قابل نفرت ہے جو دنیا کا ماہر ہے مگر آخرت کے بارے میں غافل ہے اور یقیناً آخرت سے وہی شخص جاہل وغافل رہ سکتا ہے جو دین سے جاہل ہو تو جو دین سے جاہل رہے گا وہ اللہ کی نظر میں قابل نفرت شخص ہوگا۔

4۔جھگڑالو شخص سے اللہ نفرت کرتا ہے:

شریعت ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ کامل مسلمان وہ ہے جو اپنے ہاتھ وزبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ دے جیسا کہ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے کہ ”اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ “ کامل مسلمان وہ ہے جس کے زبان وہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔(مسلم:41، بخاری:10) مگر افسوس آج کے دور میں ہر مسلمان ایک دوسرے کو اپنے زبان وہاتھ سے کسی نہ کسی طرح سے تکلیف سے دوچار کرتا رہتا ہے، کوئی کسی کو گالی دیتا ہے تو کوئی کسی کو مارتا وپیٹتا ہے تو کوئی کسی پر ظلم وزیادتی کرتے نظر آتا ہے بلکہ ہر آئے دن مسلم محلوں میں لڑائی جھگڑے ہوتے رہنا یہ عام بات ہے، سماج ومعاشرے میں یہ بات تو عام ہی ہوگئی ہے اور یہ صد فیصد حقیقت پر مبنی ہے کہ مسلمان ہی آپس میں زیادہ لڑتے وجھگڑتے ہیں، دیکھا یہ جاتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں اور معاملات پر مسلمان آپس میں ہاتھا پائی اور زبان درازی کرتے ہیں، سماج ومعاشرے میں ایک بالشت یا پھر ایک اینٹ کے برابر جگہ کے لئے بھائی، بھائی کا جانی دشمن بنا ہوا ہے، ہر وقت ان میں لڑائی وجھگڑا ہوتا رہتا ہے اور اپنی انا کی وجہ سے ہر کوئی اس لڑائی وجھگڑا کو طول دیتا ہے اور کوئی کسی کو معاف کرنے اور لڑائی وجھگڑا چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے، اس لڑائی وجھگڑے سے ہمیشہ دور رہا کرو کیونکہ یہ ایک منافقانہ روش ہے جس میں صرف منافق قسم کے لوگ ہی دلچسپی لیتے ہیں اسی لئے یہ لڑائی وجھگڑا کرنا شیطان کو بہت محبوب ہے جبکہ اللہ کو اس سے سخت نفرت ہے جیسا اماں عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللَّهِ الأَلَدُّ الخَصِمُ “ بے شک اللہ کے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور قابل نفرت سخت جھگڑالو لوگ ہیں۔(بخاری:2457، مسلم:2668) اس حدیث میں ”الأَلَدُّ الخَصِمُ “ کا لفظ ہے جس کا معنی ہے کہ وہ انسان جو لڑائی جھگڑا کرنے میں ماہر ہو اور ہر وقت لڑائی وجھگڑا کرنے کے فراق میں رہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی وجھگڑا کرنے پر آمادہ ہوجائے تو اس طرح کے لوگوں سے رب العزت نفرت کرتا ہے اور ایسے لوگ جہنم کے ایندھن بنیں گے جیسا کہ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے ”أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ “ کہ کیا میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ کیوں نہیں؟ اے اللہ کے نبی ﷺ آپ ہمیں ضرور اس بات کی جانکاری دے دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ”كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ “ کہ سخت مزاج وسخت دل اور بدخلق، دوسروں کی ناک میں دم کرنے والا یعنی کہ جھگڑالو، پیسہ جوڑ جوڑ کر رکھنے والا بخیل اور تکبر کرنے والے یہ سب کے سب جہنمی ہیں۔(بخاری:4918، مسلم:2853)

میرے بھائیو اور بہنو! اس سلسلے میں ایک خوشخبری بھی سن لیں کہ جو لوگ حق پر ہونے کے باوجود بھی لڑائی وجھگڑا سے دوری اختیار کرلیں گے تو ایسے لوگوں کے لئے جنت میں ایک محل کی بشارت دیتے ہوئے محبوب خدا ومحبوب کائنات ﷺ نے فرمایا کہ ”أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا “ میں اس شخص کو جنت کے کنارے ادنی درجے میں ایک محل کی ضمانت وگارنٹی دیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود بھی لڑائی وجھگڑا چھوڑ دے۔(ابوداؤد:4800، حسنہ الألبانیؒ)

5۔فسادیوں سے اللہ نفرت کرتا ہے:

لوگوں کو آپس میں لڑانا، سماج ومعاشرے میں فساد پیدا کرنا، دوخاندان والوں اور دو بھائیو کو آپس میں لڑانا، لڑائی وجھگڑے کو ہوا دینا، میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے کی کوشش کرنا، ساس وبہو کو آپس میں لڑانا۔آج سماج ومعاشرے میں یہ ہو رہا ہے کہ ساس اپنے بہو کے خلاف اپنے بیٹے کے کان بھرتی ہے اور بیٹا طیش

وجذبات میں آ کر بیوی پر ظلم ڈھاتا ہے یا پھر طلاق دے دیتا ہے یا پھر لڑکی ہی تنگ آ کر خلع لے لیتی ہے جو مرد وعورت بھی یہ بری حرکت کرتے ہیں وہ یہ آج جان لیں کہ ایسے لوگ مسلمان اور آپ ﷺ کا امتی کہلائے جانے کے لائق و مستحق نہیں ہے بلکہ ایسے لوگوں کا دین ناقص وغیر مکمل ہے اور اس کا اعلان خود محبوب خدا ﷺ نے کیا ہے کہ " لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا "وہ ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکائے، اور ایک دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "وَمَنْ أَفْسَدَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا فَلَيْسَ مِنَّا "وہ انسان ہم میں سے نہیں چاہے وہ نند ہو، یا پھر ساس ہو، یا پھر دیور ودیورانی ہو، یا پھر جیٹھ وجیٹھانی ہو جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے (یا پھر کسی شوہر کو اس کی بیوی سے) دور کرنے کی کوشش کرے اور ان دونوں کے درمیان فساد ڈالنے کی کوشش کرے۔(ابوداؤد:2175،الصحیحۃ:324)اسی طرح سے سماج ومعاشرے میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو کسی اولاد کو اس کے والدین سے دور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں یہ سب ایسے کام ہیں جن کو انجام دینے والوں سے رب کو سخت نفرت ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے "وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ " اور اللہ فساد کو ناپسند کرتا ہے۔(البقرۃ:205)اور ایک دوسری جگہ فرمایا کہ "وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ " اور ملک میں فساد کو خواہاں نہ ہو، یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے۔(القصص:77) اللہ فساد اور فسادی قسم کے لوگوں کو پسند نہیں کرتا ہے مگر آج سماج ومعاشرے میں یہ خرابی بہت عام ہے، اکثر وبیشتر دو بھائیوں اور دو خاندانوں کے درمیان جو لڑائی ہوتی ہے اس کے پیچھے کسی تیسرے آدمی کا ہی ہاتھ ہوتا ہے جو بڑی ہی چالاکی وعیاری سے آگ لگا کر آرام سے بیٹھ کر تماشہ دیکھتے رہتے ہیں اور کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو آپ کے اور سب کے سامنے میل ملاپ وصلح وصفائی کی بات کریں گے مگر اندر ہی اندر وہ آپ کی جڑوں کو کھوکھلا کرتے رہیں گے اور فساد کی بیج بوتے رہیں گے۔آپ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہیں کیونکہ قرآن نے ایسے فسادیوں کو منافق کہا ہے جو بظاہر صلح وصفائی کی باتیں کرتے ہیں مگر ان کا مقصد فساد پیدا کرنا اور لڑانا ہوتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے "وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ، أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ " اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں، خبردار ہوجاؤ! یقیناً یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں، لیکن انہیں شعور نہیں۔(البقرۃ:11-12) آپ ہمیشہ یہ قرآن کی نصیحت یاد رکھیں اور کسی تیسرے کو اپنے اور اپنے گھریلو وخاندانی معاملات میں دخل نہ دینے دیں ورنہ آپ کی زندگی کا ہر چین وسکون یہ فسادی لوگ ختم کردیں گے کیونکہ آج سماج ومعاشرے میں آگ بجھانے والے کم اور آگ لگانے والے زیادہ پائے جاتے ہیں۔

6۔بکواس ولفاظی کرنے اور شیخی بگھاڑنے والوں سے اللہ نفرت کرتا ہے:

جو لوگ لفاظی کرتے ہیں اور شیخی بگھاڑتے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں سے اللہ رب العزت نفرت کرتا ہے، کتنے ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کے سامنے میں اپنی علمی برتری دکھانے کے لئے مسجع ومقفع الفاظ اور عبارتوں کا استعمال کرتے ہیں اور لوگوں میں اپنا رعب ودبدبہ قائم کرنے کے لئے فصاحت وبلاغت جھاڑتے رہتے ہیں تو اس طرح کے جتنے بھی چرب زبان لوگ ہوتے ہیں ان سب سے اللہ رب العزت نفرت کرتا ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا " إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ تَخَلُّلَ الْبَاقِرَةِ بِلِسَانِهَا " کہ بے شک اللہ ایسے فصاحت وبلاغت جھاڑنے والے شخص سے نفرت کرتا ہے جو منہ پھاڑ پھاڑ کر تکلف وتصنع سے گفتگو کرتے ہوئے اپنی زبان کو گائے کے جگالی کرنے کی طرح بار بار پھیرتا ہے۔(الصحیحۃ:880، ابوداؤد: 5005، ترمذی:2853)

(جاری)

مضمون نویسوں سے گزارش

۱۔ مضمون صاف، خوشخط یا کمپیوٹرائزڈ بھیجیں۔

۲۔ مضمون کی اصل کاپی روانہ کریں۔شائع شدہ مضامین ارسال نہ فرمائیں۔

۳۔ مضمون کی فوٹو کاپی دفتر کو ارسال نہ کریں، فوٹو کاپی میں بعض حروف مٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے مضامین کی اشاعت روک دی جاتی ہے۔

۴۔ مضمون نگار حضرات اپنا پورا پتہ اور موبائل نمبر ضرور لکھیں۔

۵۔ کسی مضمون میں اقتباس نقل کرتے وقت کتابوں کا حوالہ ضرور دیں۔

۶۔ قرآنی آیات اور احادیث کی پوری تخریج اور مصادر کا حوالہ ذکر کریں۔

۷۔ کسی دینی مسئلہ پر کوئی مضمون ہو تو اس پر ہر ناحیے سے بحث کرنے کے بعد راجح موقف بیان کریں۔

۸۔ اپنے مضامین میں پرجوش خطیبانہ یا منافرت پھیلانے والے اسلوب سے گریز کریں۔

(ادارہ جریدہ ترجمان)

اصغر علی امام مہدی سلفی
امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی تاسیس

(موجودہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

اوراس کے پروگراموں میں علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی کی شرکت اوردعوتی دورے

اللہ جل شانہ وعم نوالہ اپنا عطیہ ونوال علم ودولت عمل جسے چاہتے ہیں بے حساب دیتے اور جن کونواز دیتے ہیں وہ ہر طرح سے مالا مال ہوجاتا ہے۔ دنیاوی اعتبار سے بھی اوراخروی اعتبار سے بھی، انہی خوش نصیبوں میں ایک عظیم شخصیت علامہ، محدث، فقیہ، اصولی، ماہر علوم قرآن وحدیث اورسیرت واسماء الرجال اورامین جملہ علوم وفنون دینیہ وعربیہ اوراسلامیہ علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی تھے۔ آپ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے کسب فیض کرنے کے بعد اپنے آبائی وطن واپس لوٹے تو والد محترم کے مدرسہ میں تقریباً دس سال تک درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا۔ پھر جب مظفر پور تشریف لے گئے تو وہاں بھی ایک ادارہ قائم کیا اوراسے اپنے خون جگر سے سینچا اور تقریبا دس یا بارہ سالوں مسلسل تعلیم وتدریس کا فریضہ انجام دیا۔

جماعت کی تنظیم اور علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ کی فکرمندی: مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ کی زندگی پرنظر چلتا ہے کہ آپ درس وتدریس، دعوت وارشاد، تحریک دعوت وجہاد کی قیادت اور مناظرات میں یدطولیٰ رکھنے کے ساتھ ساتھ پوری زندگی جماعت کی تنظیم کے لئے بھی متحرک رہے۔ آپ جب کبھی علمائے کرام سے ملتے توانہیں جماعت کی تنظیم کے حوالے سے مفید مشورے اورتجاویز پیش کرتے اوراس سلسلے میں غور وخوض کیا کرتے تھے۔ یہ اس وقت کی بات جب آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے نام سے اہل حدیثوں کی دینی ودعوتی تنظیم قائم بھی نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اس کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر اس وقت ہی سے آپ اس حوالے سے ہمہ وقت فکرمند رہتے تھے اور علمائے کرام کو آمادہ کیا کرتے تھے۔

اسی زمانے میں صوبۂ بہار کی اولین اقامتی درس گاہ اور اسلافِ کرام کی یادگار تعلیمی ادارہ مدرسہ احمدیہ آرہ کا تاریخی ''مذاکرہ علمیہ'' کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں یہ مسئلہ زیر غور آیا اور فیصلہ ہوا کہ جماعت کے لئے ایک سردار (امیر) کا انتخاب ہونا چاہیے۔ چنانچہ مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب آروی باتفاق رائے امیر منتخب کرلیے گئے اور تنظیم جماعت کے لئے یہ پہلا قدم تھا۔ (محدث، شمارہ جنوری ١٩٩٥ء)

بلاشبہ جماعت کی تاسیس اور اس کی تنظیم کے سلسلے میں علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ کی کاوشیں قابل ذکر اور تاریخ کے اوراق میں آب زر سے لکھی ہوئی ہیں اور یہ بات واضح ہے کہ آپ کی تحریک پر ہی یہ مسئلہ زیر غور آیا تھا۔

قابل ذکر ہے کہ جماعت کے پہلے سردار مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب آروی کا انتخاب ہوجانے کے باوجود جماعت کے جملہ تنظیمی امور کو علامہ رحیم آبادی ہی سرانجام دیا کرتے تھے حتیٰ کہ جب مولانا آروی صاحب ہجرت کرکے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو مدرسہ احمدیہ آرہ اور جماعت کی امارت کا بوجھ رحیم آبادی پر ڈال گئے۔ اس صوبائی (بہاری) تنظیم کے ساتھ مولانا رحیم آبادی آل انڈیا تنظیم کے لئے کوشاں رہے۔ (محدث، شمارہ جنوری ١٩٩٥ء)

تنظیم کے لئے اس پہلے عملی اقدام کے بعد بھی علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی نے اخبار اہل حدیث کے ذریعہ اس کی تحریک شروع کردی اور علماء اہل حدیث نے اس حوالے سے اپنی تائیدی آراء اخبارات میں شائع کئے۔

چنانچہ 16/ اکتوبر 1906ء کے اخبار اہل حدیث میں اس کانفرنس کی تاسیس کا اتفاق رائے سے اعلان کردیا گیا۔ اس اعلان میں لکھا تھا: ''پرچہ اہلحدیث میں کانفرنس کا مضمون میں نے دیکھا میں اور میرے احباب اس میں متفق ہیں۔ بلاشبہ اچھی تجویز ہے۔ جناب حافظ عبداللہ صاحب کو بھی اتفاق ہے۔ جناب شاہ عین الحق صاحب اور مولوی عبدالحکیم صاحب بھی علی ہذا القیاس اتفاق کریں گے۔ والسلام۔ (حسن البیان والے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مرتب: ڈاکٹر سید عبدالعزیز سلفی، ص: ٦٧)

مولانا ابوالقاسم بنارسی نے تحریر فرمایا کہ مجھے بھی اس کانفرنس سے اتفاق ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ جلسہ مذاکرہ علمیہ قریب آرہا ہے لہذا اس اہلحدیث کانفرنس کا انعقاد بھی اسی جلسہ میں ہوجائے۔

آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا قیام اور مولانا کا سہ رکنی کمیٹی میں انتخاب: طے شدہ پروگرام کے مطابق مدرسہ احمدیہ آرہ کے مذاکرہ علمیہ کا اجلاس 23-22 دسمبر 1906ء کو ہونا قرار پایا۔ جس میں پورے

ملک کے چوٹی کے علماء شامل ہوئے حتیٰ کہ حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی بھی سخت بیماری اور بصارت سے محرومی کے باوجود صعوبت سفر اٹھا کر وہاں پہنچے اور باتفاق آراء کانفرنس کی تجویز منظور ہوگئی اور حافظ عبداللہ صاحب کانفرنس کے صدر اور مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ اس کے اولین ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔

اس وقت علامہ عبدالعزیز رحیم آبادیؒ نے کوئی کلیدی عہدہ نہیں لیا کیونکہ آپ مجسم ایثار تھے، انہیں تو صرف جماعت کی تنظیم سازی اور جماعت حقہ کی تاسیس اور فروغ سے سروکار تھا۔ وہ عہدہ اور کرسی کا شوق ہرگز نہیں رکھتے تھے۔اس سلسلے میں محمد تنزیل صدیقی الحسینی دبستان نذیریہ ۱/۴۶۷ میں لکھتے ہیں:

''مولانا عبدالرحیم صادق پوری کے ایامِ اسیری میں وہ اندرونِ ہند جماعتِ مجاہدین کے امیر بھی تھے، لیکن یہ مولانا کا کمال ایثار تھا کہ انھوں نے ''آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس'' کے لیے علامہ حافظ عبداللہ غازی پوری کو صدر اور مولانا ثناءاللہ امرتسری کو جنرل سکریٹری نامزد کیا، وہ چاہتے تو بہ آسانی صدر منتخب ہو سکتے تھے، کیوں کہ ان کی تنظیمی کاوشوں کا تسلسل پہلے سے قائم تھا، تاہم اکابر زعماء نے انھیں نائب صدر کا عہدہ تفویض کیا۔ کمالِ ایثار کا سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہوگیا، بلکہ جماعت کی تنظیم سازی کے لیے جس قدر خلوص کے ساتھ اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک جدوجہد کرتے رہے وہ جماعتِ اہلِ حدیث کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔''

پہلا تنظیمی وفد: ۱۹۰۶ء میں مدرسہ احمدیہ آرہ کے سالانہ اجلاس میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا قیام عمل میں آیا، لیکن اس کانفرنس کی رفتار انتہائی دھیمی رہی جس کے بارے میں شیر پنجاب نے ۱۹۴۰ء میں منعقد کانفرنس میں اس رفتار کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ کانفرنس کی رفتار اسی طرح دھیمی رہی جس طرح ریلوے اسٹیشن سے نکلتے وقت ریل گاڑی آہستہ آہستہ چلتی ہے۔ یہاں تک کہ جب محمد پور کواری ضلع دربھنگہ میں مذاکرہ علمیہ کا جلسہ منعقد ہوا تو اس میں کانفرنس کو چلانے کے لئے طے پایا کہ اہل حدیث کانفرنس کی گاڑی کو تیز چلانے کے لئے ایک وفد ملک کا دورہ کرے۔اس کے علاوہ اس وفد کا مقصد کانفرنس کو منظّم کرنا اور اس کے اغراض و مقاصد سے متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو متعارف کرانا متعین کیا گیا۔

چنانچہ اسی مقصد کے تحت اس اجلاس میں ایک تنظیمی وفد کی تشکیل عمل میں آئی۔ یہ وفد حسب ذیل افراد پر مشتمل تھا:

(۱) علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ

(۲) شیر پنجاب فاتح قادیان مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ

(۳) اور امام العصر محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ۔

اصحاب ثلاثہ کی مساعی جمیلہ: اس سلسلے میں تینوں شخصیات کی مساعی جمیلہ قابل رشک ہیں۔ان بزرگان نے ایسے وقت میں جبکہ اسفار اس قدر آسان نہیں تھے، پورے ملک کا پیدل اور بیل گاڑی کے ذریعہ مشرق و مغرب کا سفر کیا اور سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔تاریخ شاہد ہے کہ ان اصحاب ثلاثہ نے جماعت کی تنظیم کے لئے ملک بھر کے دورے کیے اور عوام کو اس تنظیم کے اغراض ومقاصد سے متعارف کروایا، بلکہ جماعت کو بنگال سے پشاور تک ایک مرکز پر جمع کردیا۔اور ہر سال اس کے سالانہ اجلاس کرواتے رہے۔مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یہ آج سے ایک صدی سے زیادہ عرصہ قبل کی بات ہے۔اس وقت موجودہ دور کی طرح ملک میں نہ ریل گاڑیوں کی کثرت تھی، نہ سڑکیں تھیں اور نہ موٹریں اور کاریں تھیں۔لوگ یا تو پیدل سفر کرتے تھے یا بیل گاڑیوں پر کہیں آتے جاتے تھے یا اونٹ ان کا ذریعہ آمد و رفت تھے۔اس زمانے میں ان تینوں بزرگوں نے جو گھر سے آسودہ حال تھے۔بے شمار شہروں، قصبوں اور دیہات کے سفر کیے، مسجدوں میں گئے، علماء سے گفتگو کی، عوام سے رابطے پیدا کیے، لوگوں کو جمع کر کے ان میں تقریریں کیں، اور انھیں جماعتی تنظیم کے فوائد سے آگاہ کیا اور بکھری ہوئی جماعت کے افراد کو ایک سلک میں منسلک ہونے کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی عطا فرمائی۔اس لیے کہ نیت نیک تھی اور مقاصد بلند تھے۔'' (دبستان حدیث ۱/۱۵۸)

کانفرنس اور مولانا رحیم آبادی: آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس چونکہ علامہ رحیم آبادی کی کاوشوں کا ثمرہ تھا، اس وجہ سے علامہ پوری زندگی کانفرنس کی ترقی، لوگوں کو اس سے جوڑنے اور اس کا تعارف کرانے میں منہمک رہے اور اس سلسلے میں آپ کے معاصر علماء نے آپ کو کھلے لفظوں میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔چنانچہ دبستان نذیریہ (۱/۴۶۷) میں ہے: مولانا رحیم آبادی جب تک زندہ رہے، ''آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس'' کے ہر سالانہ جلسے میں شریک ہوتے رہے۔ ان کی موجودگی کانفرنس کے لیے بمنزلہ شفیق باپ کی حیثیت رکھتی تھی۔ان کی وفات کے بعد ۱۹۱۸ء میں مدراس کے مقام پر جب اہلِ حدیث کانفرنس کا سالانہ جلسہ ہوا تو اس میں مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اپنے دکھ کا اظہار ان پُر درد الفاظ کے ساتھ کیا:

''اس کانفرنس کا اصل صدر کون تھا۔آہ! آج ہم کو اس سے جدائی ہے۔آہ! میری آنکھیں اس کے دیکھنے کو ترس رہی ہیں۔آہ! بزرگ باپ کی طرح اب ہم کو کون ڈانٹا کرے گا۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون''۔(اہل حدیث کانفرنس کی سالانہ روداد ۱۹۱۸ء، ص: ۱۰)

تنظیمی وفد میں علامہ رحیم آبادی کی سربراہی:

پہلے یہ بات گزری ہے کہ پہلے تنظیمی وفد نے بنگال سے پشاور تک اسفار کیے اور شب و روز ایک کر کے کانفرنس کو تیز گام کیا، اس سے افراد جماعت کو جوڑنے اور ان پر تنظیم کی اہمیت وافادیت کو واضح کرنے کی بھرپور کوششیں کیں اور جماعت کے پلیٹ فارم پر متحد کیا۔اس سلسلے میں مولانا نے آرام پسندی کی زندگی کو تج کر خارزار وادیوں کی آبلہ پائی اختیار کی، آپ اپنے دو جواں سال اور جواں ہمت رفقاء مولانا ثناءاللہ امرتسری اور ابومحمد ابراہیم آروی کے ہمراہ متحدہ ہندوستان کا دورہ کیا اور سفر کی سخت ترین

صعوبتوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا اور اس کا اثر ہوا کہ پورے ملک میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس متعارف ہوئی اور لوگ اس تنظیم سے وابستہ بھی ہوگئے۔ جماعت کی تنظیم اور اس کو فروغ بخشنے اور کانفرنس کے کاز کو مہمیز کرنے کے سلسلے میں علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ کی کاوشیں اور محنتیں انتہائی انمول اور قابلِ ذکر ہیں۔

آرہ کے اجتماع میں ''آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس'' کی تاسیس کے بعد اگلے سال شہر دربھنگہ میں منعقدہ اجتماع ''مذاکرہ علمیہ'' میں تنظیم کو تیز گام کرنے کے غرض سے جو تنظیمی وفد کی تشکیل عمل میں آئی تھی اس کے سربراہ علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی ہی تھے۔ آپ تنظیمی وفد میں شامل وفد کے دوسرے دو ارکان کے مقابلے زیادہ تجربہ کار تھے۔ آپ تعلیم و تدریس کے علاوہ خطابت و مناظرہ اور دعوت و تبلیغ میں بھی ایک لمبی مدت کا تجربہ رکھتے تھے۔ چنانچہ علامہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے دو ساتھیوں کے دل میں حرکت و نشاط اور فعل و عمل کی ایسی روح پھونکی کہ شیر پنجاب مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ نے بھی تنظیمی وفد کے دورے کے سلسلے میں پیش آنے والی صعوبتوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ جھیلا ہی نہیں بلکہ اس میں لذت محسوس کی۔

تنظیمی دورے اور صعوبتیں: تنظیمی وفد کے دوروں کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ گویا ہیں کہ سب سے پہلے راجشاہی کے ایک ملازم حافظ امین دہلوی نے راجشاہی میں پہنچنے کی دعوت دی۔ یہ قافلہ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا پہنچا۔ اس قافلہ کے سالار ہمارے ممدوح علامہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سفر میں جس قدر صعوبتیں برداشت کیں اتنی تکالیف میں نے پوری زندگی کبھی برداشت نہیں کیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''مختصر یہ کہ اس قسم کا تکلیف دہ سفر میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں کیا۔ قریباً بتیس میل کا فاصلہ بیل گاڑیوں کے ذریعہ طے کیا۔ ایک گاڑی پر قافلہ کے سالار دوسری پر ان کے خواص و عوام خادم اور تیسری پر ہم دونوں بھائی (ابوالوفاء اور ابراہیم) سوار تھے۔ مجھے یاد ہے کہ یہ گاڑی ایسی عمدہ تھی کہ اس میں ہم دونوں یکجہت ہو کر نہیں لیٹ سکتے تھے۔ اس لیے ایک کا سر دوسرے کے پیروں کی طرف ہوتا تھا اور اس پر طرہ یہ کہ سفر رات کے وقت کیا گیا۔ ہم نے تو اپنی رات خیر و عافیت سے گزاری، مگر لطیفہ خاص قابلِ ذکر یہ ہوا کہ ہم دونوں کے لوٹے جو وضو کے لیے تھے اور گاڑی کے پیچھے لٹکائے گئے تھے وہ آپس میں بری طرح ٹکراتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صبح کے وقت ایک ان میں نیم مردہ تھا اور دوسرا تندرست، کیونکہ وہ تانبے کا تھا اور نیم مردہ ٹین کا۔ راستہ میں رات کے وقت جب میں بیدار ہوتا تو چاروں طرف گھپ اندھیرا دیکھ کر امرؤالقیس کا یہ شعر پڑھتا:

اَلَا اَیُّھَا اللَّیۡلُ الطَّوِیۡلُ الا انۡجَلِیۡ
بِصُبۡحٍ، وما الإصباحُ منک بِاَمۡثَلِ

اور کبھی کبھی یہ اردو شعر بھی پڑھتا:

طنابیں کھینچ دے یارب زمین کوئے جاناں کی
کہ میں ہوں ناتواں اور دن ہے اور آخر دور منزل ہے'' (دبستان نذیریہ، مؤلفہ محمد تنزیل صدیقی الحسینی ۱/۶۴۹)

یہ وفد بنگال پہنچا لیکن دشواری یہ پیش آرہی تھی کہ بنگال کے لوگ اردو نہیں سمجھ پا رہے تھے تو ایک صاحب نے اصحاب ثلاثہ کی تقریروں کا بنگالی زبان میں ترجمہ کردیا۔

راجشاہی (ملک بنگال) سے یہ قافلہ جانب کلکتہ روانہ ہوا۔ کلکتہ سے بنارس پہنچے۔ بنارس سے پنجاب اور پھر یہ قافلہ لدھیانہ پہنچا۔ ان تمام مقامات پر مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا اور لوگوں کے سامنے کانفرنس کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ چنانچہ ان مقامات کے لوگوں نے آپ حضرات کے پند و نصائح سے خوب خوب استفادہ کیا اور نیک کاز کے لئے امداد بھی کی۔

سفر کے دوران ہی مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کو اپنی والدہ کے علیل ہونے کی اطلاع ملی تو وہ علالت کی خبر سن کر سیدھے سیالکوٹ چلے گئے۔ ادھر قافلہ امرتسر پہنچا۔ امرتسر میں اس وقت خانہ جنگی تھی۔ علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی نے اپنے حسن تدبیر سے اس جلتی آگ میں پانی ڈال کر اسے ٹھنڈا کیا کہ فریقین کے تمام اعیان نے علامہ رحیم آبادی کے ہمراہ بتاریخ ۱۴/فروری ۱۹۱۱ء حافظ عنایت اللہ مرحوم مختار عدالت کے مکان پر دعوت کھائی۔

امرتسر سے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لاہور پہنچے جہاں محمڈن ہال میں جلسہ کا انعقاد ہوا۔ پھر یہ وفد لاہور سے امرتسر اور امرتسر سے دہلی پہنچا۔ دہلی میں یہ وفد مولوی محمد صاحب کوئلے والے کی زینت محل میں ٹھہرا اور جلسہ کا انتظام کیا۔ اس کے بعد پھر پشاور کے لوگوں نے اپنے یہاں ایک جلسہ کا انعقاد کیا جہاں علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی اپنے وفد کے ساتھ پہنچے اور لوگوں کو کانفرنس سے جڑنے پر آمادہ کیا اور تنظیم سے وابستگی سے متعلق فوائد و ثمرات بیان کئے۔

پھر یہ وفد پنجاب پہنچا اور پنجاب کے فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور میں جلسہ منعقد ہوا اور دوسرے صوبوں کی بنسبت پنجاب میں زیادہ جلسے منعقد ہوئے لیکن زمانے کے دست برد سے یہ کانفرنس بھی محفوظ نہ رہ سکی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق یہ کانفرنس بھی کمزور ہوئی اور لوگوں کا تعلق کمزور ہوا لیکن یہ تحریک کسی نہ کسی شکل میں زندہ رہی۔

یہ رہے مولانا رحیم آبادی کے جماعت کی تنظیم کے لئے طوفانی دورے جو آپ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نہایت سنگین حالات میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے کئے۔ واقعی یہ لوگ فولادی عزم و حوصلہ اور پتھر کا جگر رکھا کرتے تھے۔ ان بزرگان کے سامنے کتاب و سنت کی صحیح تعلیم اور منہج سلف کی ترویج و اشاعت تھی اور اس

کے لئے انہوں نے موسم گرما کی شدت وتمازت اور موسم سرما کی شدید خنکی جھیلی، پاؤں میں چھالے پڑے، رات کی وحشت اور علاقہ کی اجنبیت نے ستایا لیکن یہ مردان سکندر جماعت کی تنظیم کے لئے اپنے مشن پر گامزن رہے اور اپنے نشانہ وہدف سے ہرگز نہیں ہٹے۔ اللہ کرے یہی شوق وذوق ہمارے اندر بھی پیدا ہوجائے تاکہ ہم بھی اپنے اسلاف کی طرح منہج سلف سے وابستہ ہوکر دین حنیف کی پیروی کرسکیں۔

علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی اور اہل حدیث کانفرنسوں کی صدارت: علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی کی جماعت کے تئیں فکرمندی کا عالم یہ تھا کہ وہ ہمہ وقت جماعتی مفاد کی باتیں کیا کرتے تھے اور اس کے لئے اپنا قیمتی وقت اور مال ودولت صرف کیا کرتے تھے۔ مولانا کبھی آل انڈیا کانفرنس کے کسی کلیدی عہدے پر فائز نہیں رہے لیکن انہوں نے کانفرنس کے تئیں ہمیشہ سرگرم اور فعال کردار ادا کیا۔ چنانچہ آپ کی زندگی میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے متعدد جلسے اور پروگرام منعقد ہوئے جن میں سے چار میں آپ نے صدارت کا فریضہ انجام دیا جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) امرتسر میں سہ روزہ اجلاس، بتاریخ ۵،۶،۷/ربیع الاول ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۴،۱۵،۱۶/مارچ ۱۹۱۳ء

(۲) علی گڑھ سہ روزہ اجلاس، بتاریخ ۲۶،۲۷،۲۸/ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ بمطابق ۱۳،۱۴،۱۵/مارچ ۱۹۱۵ء

(۳) بنارس سہ روزہ اجلاس، بتاریخ ۲۰،۲۱،۲۲/ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ بمطابق ۲۵،۲۶،۲۷/فروری ۱۹۱۶ء

(۴) کلکتہ سہ روزہ اجلاس، بتاریخ ۱۴،۱۵،۱۶/جمادی الاولی ۱۳۳۵ھ بمطابق ۹،۱۰،۱۱/مارچ ۱۹۱۷ھ

(برصغیر میں اہلحدیث کی سرگزشت، مولفہ: مؤرخ جماعت مولانا محمد اسحق بھٹی، ص: ۱۵-۱۶)

علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی چونکہ ایک ماہر خطیب تھے، عوام پر آپ کے بیان کا جادو چلتا تھا، جب آپ کسی جلسے میں شریک ہوتے تو دوسرے مقررین کے رنگ پھیکے پڑ جاتے تھے اور لوگ آپ کے علاوہ کسی دوسرے کے خطاب کو نہیں سنا کرتے تھے، اس وجہ سے مذکورہ بالا کانفرنسوں میں مولانا کی شرکت ہی ان کی کامیابی کی ضامن رہی۔ عوام پر آپ کی سحر آفرینی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا کہ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا تیسرا جلسہ پیشاور میں منعقد ہوا، یہاں اہلحدیثوں کی تعداد بہت مختصر تھی، پٹھانوں کو دین سے آشنائی کم تھی، چنانچہ ان لوگوں نے ہنگامہ کردیا اور یہ فیصلہ کرلیا کہ وہابیوں کا اجلاس نہیں ہونے دیں گے۔ پوری صورتحال کو دیکھ کر مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کو اس اجلاس میں بلانے کا ارادہ کیا، حالانکہ مولانا ممدوح اس کانفرنس میں مدعو نہیں تھے۔ علامہ رحیم آبادی کا شیر پنجاب کے ساتھ والہانہ لگاؤ تھا جس کے بہت سے واقعات شاہد ہیں جن میں سے ایک یہ کہ آپ کہا کرتے تھے کہ میں ثناء اللہ کو مولوی نہیں کہا کرتا ہوں کہ کہیں اس کا نفس غرور وگھمنڈ میں مبتلا نہ ہو۔

بہرحال مولانا کا اس اجلاس میں شرکت کا کوئی ارادہ نہیں تھا کیونکہ آپ ان دنوں سخت علیل تھے لیکن جماعتی کاز کے لئے مولانا نے بہار سے پشاور تک کا سفر کیا اور پٹھانوں کے سامنے ایسی تقریر کی کہ سب جلسہ کے ہونے دینے کے لئے راضی ہوگئے۔ دوسرے دن جب جلسہ گاہ میں اجتماع شروع ہونے کا وقت ہوا اور لوگوں نے مولانا ممدوح کو اسٹیج پر نہیں دیکھا تو ایک بار پھر شور مچادیا، چنانچہ مولانا دوا لے کر پروگرام میں شریک ہوئے تب کہیں جاکر پروگرام کی کاروائی آگے بڑھ سکی۔

اس کے علاوہ بھی مختلف کانفرنسوں اور مناظروں میں آپ کی زور بیانی کے واقعات بھرے پڑے ہیں۔ یہ تمام واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ جماعتی کاز سے مخلصانہ لگاؤ رکھتے تھے اور ہمہ وقت جماعت کی تنظیم کے لئے رو بہ سفر رہا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو ایک بار پھر آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس اضمحلال کی شکار ہوگئی اور پوری تنظیم پر پژمردگی چھاگئی اور حلقۂ جماعت میں شدت سے مولانا کی کمی محسوس کی گئی۔ مولانا کی زندگی واقعی حرکت ونشاط سے عبارت تھی اور مولانا نے اپنی کدوکاوش اور محنت پیہم سے اس آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کو سینچا اور اسے اوج ثریا بخشا اور جریدۂ عالم پر اپنی کمال علمیت، دینی وفقہی بصیرت، اسلامی غیرت، جماعتی حمیت، قائدانہ صلاحیت، مدبرانہ شان وشوکت، تنظیمی فتوحات اور گراں قدر قومی وملی خدمات کے سبب اپنا ذکر دوام ثبت کرگئے۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

قدیم علمی وتعلیمی درسگاہ اور عظیم دانش گاہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ کے ابناء قدیم خصوصا اس کے صدر مولانا محمد عرفان مدنی اور اس کے سکریٹری مولانا منظر احسن سلفی صاحب لائق مبارک باد ہیں کہ انہوں نے دار العلوم کی سرپرستی میں اور ناظم اعلیٰ عزیز مکرم جناب انجینئر سید اسماعیل خرم کے مشورہ سے علامہ محدث عبدالعزیز رحیم آبادی جو درحقیقت دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ اور آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے مفکر تاسیس تھے اور جو آل انڈیا مذاکرہ علمیہ کے روح رواں بھی تھے کی حیات وخدمات پر یہ بزم سیمینار سجائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی حثیث کو قبول فرمائے اور اس سیمینار کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔ آمین۔

☆☆☆

۳۵ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی بابت احباب جماعت کے تاثرات (۳)

(۱)

مکرمی امیر محترم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

35/ ویں اہل حدیث کانفرنس بعنوان: احترام انسانیت اور مذاہب عالم 9 اور 10/ نومبر، 2024ء بروز ہفتہ اوراتوار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے رام لیلا میدان دہلی میں منعقد ہوئی۔

موضوع کا انتخاب بہت مفید رہا اور یہ ضروری بھی تھا۔ راقم الحروف بھی بحیثیت مقالہ نگار مدعو تھا مگر مقالہ بروقت نہ بھیجنے کی وجہ سے شاید طبع ہونے سے رہ گیا واللہ اعلم۔ مگر کانفرنس میں شرکت کا موقع ملا اور اس موضوع سے متعلق ذہن کھلا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اس کانفرنس کے لیے جس مرکزی موضوع کا انتخاب کیا گیا وہ نہایت ہی اہم اور ساری انسانیت کے لیے بہت ضروری تھا۔ احترام انسانیت کو مرکزی موضوع بنا کر اس سے متعلق کئی ذیلی عناوین پر خطباء کو خطاب کے لیے مکلّف کیا گیا اور تقریباً اس موضوع سے متعلق تمام گوشوں کا احاطہ کیا۔

دنیا میں کوئی بھی انسان یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی تذلیل کی جائے، اس کا مال ہڑپ کیا جائے، اس کا خون کیا جائے اور اس پر ناحق الزام تراشا جائے اسی طرح وہ پسند نہیں کرتا کہ بدامن معاشرے میں وہ زندگی گزارے۔ بلکہ وہ یہی چاہتا ہے کہ اس کا مال، اس کی جان اور اس کی عزت وآبرو محفوظ ہو۔ اسی طرح وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ معاشرہ امن وامان کا گہوارہ ہو یہی انسانی فطرت بھی ہے۔

اسلام نے ان چیزوں میں مذہب کی تفریق نہ رکھ کر سب کو یکساں قرار دیا اور انسان کو انسان ہونے کی حیثیت سے اس کا پورا مقام دیا، اس کی تکریم کی اور اس کے خون کو خون قرار دیا۔ چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ماننے والا کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر وہ ایمان لائے تو اس کی تکریم آخرت میں بھی کی جائے گی رضائے الٰہی اور دخول جنت کے ذریعے۔

اس اہل حدیث کانفرنس میں وہ تمام باتیں پیش کی گئیں جن کا تعلق احترام انسانیت سے تھا اور قرآن وسنت سے دلائل دیے گئے اور بعض مقررین نے دیگر ادیان سے بھی بعض حوالہ جات دیے۔

اس کانفرنس کی اہمیت سمجھنے کے لیے یہ کافی ہے کہ اس موضوع کو لیکر آج دنیا بے چین ہے اور اس کو حل کرنے میں ناکام ہے کیوں کہ آسمانی وحی سے محرومی کے بعد انسانی مسائل سلجھتے نہیں بلکہ مزید الجھتے ہیں۔ ساری انسانیت کا مسیحا صرف اسلام ہی ہے۔ کیوں نہ ہو مخلوق کے مسائل خالق ہی جانتا ہے اور وہی ان مسائل کا مکمل حل بتا سکتا ہے۔ ان اہل علم ودانش کے علم ناقص ہیں سارے منصوبے اور انساں کو بنانے والا ہی انسانی مسائل جانتا ہے۔ موجودہ حالات میں اس موضوع کا انتخاب دوراندیشی اور حکمت عملی کی دلیل ہے۔ بلکہ یہ دعوت اسلام کا اہم ذریعہ ہے۔

آئے دن اسلام پر دہشت گردی جیسا جھوٹا الزام لگایا جارہا ہے اس کی تعلیمات کو دہشت گردی اور انسانیت کے عدم احترام سے جوڑا جارہا ہے۔ اس کانفرنس کے اسٹیج سے ان غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا اور بتایا گیا کہ انسان چاہے جس مذہب کا بھی ماننے والا ہو، اسلام اس کی جان اور مال کو محترم قرار دیتا ہے۔ اسلامی سلطنت ہونے کے باوجود بھی اقلیتوں کے ساتھ جو حسن تعامل اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی تعلیم دیتا ہے یہ سبھی ادیان سے ممتاز کرتا ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے ’’میثاق مدینہ‘‘ کے موضوع پر شیخ عبدالحسیب مدنی حفظہ اللہ کا خطاب سننا مفید ہوگا۔

انسانی احترام کا جو تصور اسلام نے پیش کیا ہے یقیناً ہر انسان اس سے مطمئن ہی نہیں بلکہ متاثر بھی ہوگا اور اسلام سے متعلق پیدا کی گئی غلط فہمیوں کو وہ اپنے دماغ سے دور بھی کرے گا۔

یہ کانفرنس محض ایک کانفرنس نہیں بلکہ اسلام کی واضح دعوت ہے اور مسلک اہل حدیث کا دوٹوک موقف ہے۔ کیوں کہ جہاں اصل اسلام والوں کو غیروں سے مقابلہ ہے وہیں انھیں اپنوں سے بھی مسائل درپیش ہیں۔ بڑی چالاکی کے ساتھ پڑھے لکھے نوجوانوں کے اندر باغیانہ مزاج پیدا کیا جارہا ہے اور انھیں خارجی فکر کا حامل بنایا جارہا ہے۔ اور بعض لوگ (کلمہ گو) شرکیہ عقائد کی ترویج میں لگے ہوئے ہیں اور بعض مسلم حکمرانوں سے لوگوں کو متنفر کرنے میں رات دن ایک کیے ہوئے ہیں۔ اس طرح کے حالات میں اہل حدیث تنہا ہوجاتے ہیں ان کے ساتھی انسان نہیں بلکہ دلائل ہوتے ہیں۔ وہ دلائل سے ایسا دل لگاتے ہیں کہ منصوص مسائل میں کبھی سمجھوتہ نہیں کرتے بلکہ نصوص کی بالادستی کو اپنا مقصد بنا کر جیتے ہیں۔ اور یہ جماعت ’’ولا یخافون لومۃ لائم‘‘ کی عملی تصویر بنی ہوئی ہے اور یہی اہل حدیث ہیں جو حکمران تو حکمران، غیر مسلم عوام تک کی عزت وآبرو پر آنچ آنے کو ناجائز سمجھتے ہیں اور ان کی عزت اور خون کو محترم گردانتے ہیں۔

مسلک اہل حدیث کے اسی موقف کو پھیلانے اور اسے عام کرنے کی ضرورت ہے۔ افسوس ہوتا ہے ان احباب پر جو انتظامی امور سے متعلق بعض مسائل کو لیکر ہنگامہ بپا کیے ہوئے ہیں (جن مسائل میں نقص آنے سے منہج میں تو خلل نہیں پڑتا مگر اس کا بھی خیال ضرور کیا جانا چاہئے) جس کا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ لوگ اصل موضوع سے

غافل ہورہے ہیں اور دوسرے لوگ اس کا فائدہ اٹھائیں گے اور اس کو اپنی غذا بنائیں گے۔ انتظامی امور میں کمی دیکھ کر ہنگامہ کرنے والے بعض افراد وہ ہوتے ہیں جو دوسروں میں انتظامی معاملات کی درستگی کے ساتھ منہج میں واضح خلل اور اسلام کا غلط تعارف دیکھ کر بھی ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے کی ہمت نہیں کر پاتے بلکہ محض انتظامی امور کو پروموٹ کر کے اپنے باطل افکار پر پردہ ڈالتے ہیں اور بعض بھولے بھالے اہل حدیث طلبہ ہیں کہ ان کے حسن انتظام کا گن گاتے ہیں۔ کانفرنس کی کامیابی کے لیے اس کا موضوع اور دلائل سے پر مواد سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

خیر! ہم اہل حدیث ہیں تو مسلک اہل حدیث کے ترجمان بنیں۔ کانفرنس میں پیش کی گئی تقریروں میں بیان کردہ نکات کو نمایاں کریں اور ایک ایک نکتہ اپنی عوام کو سمجھائیں۔ خصوصا برادران وطن کو ان باتوں سے متعارف کروائیں یہی ہمارے کرنے کا کام ہے۔ اور اہل حدیث ہی اس موقف کو صحیح انداز میں پیش کر سکتے ہیں۔ ان شاءاللہ دیگر لوگ بھی ساتھ دیں گے اور ساتھ آئیں گے۔

اہل حدیث کانفرنس میں جو دوٹوک موقف پیش کیا گیا وہ دوسروں سے قدرے مشکل ہے کیوں کہ ہر ایک کی اپنی اپنی مجبوریاں ہیں۔ کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ احترام انسانیت کے حوالے سے بعض لوگ غلو میں تو بعض غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کوئی احترام انسانیت کے نام پر اتنا بے لگام ہو چکا ہے کہ وہ انسانیت کو دین ودھرم سے اونچا مانتا ہے، تو کوئی ایسا موقف پیش کرتا ہے جس میں وحدت الوجود کی بو آتی ہے اور کوئی اس قدر تفریط کا شکار ہے کہ اپنے ہی ملک کے مسلمان نہیں، دوسرے ملک کے مسلمان نہیں ،مسلم ملک کے مسلمان نہیں بلکہ مسلم ممالک کے حکمرانوں کو اپنے گھر بیٹھے نشانہ بناتا ہے اور اس انداز میں انھیں کوستا ہے کہ سبھی حکمران اسی کی نگرانی میں حکومت کر رہے ہیں۔ دونوں موقف سراسر غلط ہیں۔

اس کانفرنس میں احترام انسانیت سے متعلق جس قدر مفصل گفتگو کی گئی وہ سب باتیں سننے کے لائق ہیں۔ بالخصوص امام مسجد نبوی شیخ بعیجان حفظہ اللہ نے تو ان آیات کو بطور دلائل پیش کیا جو انسانی احترام سے تعلق رکھتی ہیں۔

الغرض انسان کا اصل احترام اسلام نے کیا ہے۔ لا تظلمون ولا تظلمون (البقرۃ)۔ کا ضابطہ قرآن نے پیش کیا۔ انسانی حقوق کے حوالے سے اسلام نے خود مسلم اور غیر مسلم کا فرق نہیں کیا ہے بلکہ کافر کی بددعا سے بھی بچنے کی تلقین کی کیوں کہ انسان کو جو حقوق ملنے چاہئیں اس کے لیے ایمان اور کفر (مذہب) نہیں دیکھا جائے گا۔

اخیر میں میں مبارک بادی پیش کرتا ہوں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو کہ اس اہم موضوع کا انتخاب فرمایا اور عظیم الشان کانفرنس منعقد فرمائی۔

الحمدللہ کانفرنس میں لوگوں کا جم غفیر شریک ہوا۔ دن کے اوقات میں شرکاء کی تعداد کم رہی البتہ عصر بعد سے لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔

اللہ تعالی سبھی کو اس موضوع کو سمجھنے اور پوری انسانیت تک یہ پیغام پہنچانے اور ان کے سامنے اسلام کا تعارف پیش کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور جماعت کے سبھی علما، عوام اور تمام مسلمانوں کو صحت وعافیت سے رکھے آمین

آپ کا بھائی:

ڈی۔ ضیاء الرحمٰن عمری کڑموری

ناظم مدرسہ دارالفوز للبنات، کڑمور

(۲)

فضیلۃ الشیخ مولانا اصغر علی امام مہدی السّلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیر ہونگے۔

عرض خدمت میں اینکہ پینتیسویں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہونے پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعاء گو ہوں کہ باری تعالی آپ کو اور جملہ احباب جمعیت کی کوششوں کو دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔ آمین

والسلام: حافظ محمد عمر

ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث رامپور مغربی یوپی

(۳)

محترم جناب مولانا اصغر علی سلفی صاحب حفظہ اللہ

امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالی آپ کو مع اہل خانہ ومتعلقین سدا اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین۔

چھوٹی بہن کی سخت علالت کی خبر پاکر پوری فیملی کے ساتھ 7/نومبر 2024 کو اچانک وطن جانا پڑا اس لئے کانفرنس میں شرکت سے قاصر رہا اور اس کے پروگراموں سے استفادہ نہ کرسکا۔ لیکن میڈیا کے مختلف ذرائع ابلاغ اور احباب سے ملی خبروں اور رپورٹس کے مطابق بحمداللہ کانفرس کافی کامیاب رہی۔ آپ نے اس کے انعقاد اور اسے کامیاب بنانے کے تعلق سے حددرجہ ذہنی وسعت واعلی ظرفی، حکمت ومصلحت اور دانائی ودانشمندی کیساتھ نبض عالم پر ہاتھ رکھ کر اسلام اور مسلمانوں کے تئیں موجودہ عالمی وملکی سیاسی مطلع پر نظر رکھتے ہوئے اس کانفرنس میں مسلمانوں کے مختلف مسالک ومکاتب فکر کے علماء ودانشوران خصوصا ھندوازم کے مختلف افکار ونظریات کے حامل دھرم گروؤں، نمائندوں اور اسکالرس کو مدعو کر کے جمعیت اہلحدیث کے اسٹیج سے احترام وتکریم انسانیت، ملک وملت کی سلامتی وتحفظ، رواداری و یکجہتی اور انسانی بھائی چارہ وغیرہ سے متعلق اہم شخصیات کے تاثرات اور وقت کی اہم ترین ضرورت وتقاضا کے تحت اسلام کی پاکیزہ اور سچی تعلیمات پر مشتمل اہم دینی واصلاحی موضوعات کے ذریعہ جو عظیم پیغام دیا ہے وہ قابل تحسین وصد مبارکباد ہے۔ اللہ

تعالیٰ اس کانفرس کے انعقاد اور اسے کامیاب بنانے کی بابت آپ کی تمام کوششوں نیز جملہ دینی وملی اور جماعتی وسماجی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

یار محمد سلفی

(۴)

فضیلۃ الشیخ امیر محترم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بتاریخ ۹ اور ۱۰ رنومبر ۲۰۲۴ء رام لیلا میدان دہلی میں منعقدہ تاریخی کانفرنس میں سینکڑوں علماء کرام خطیب کی حیثیت سے مدعو کئے گئے جنہوں نے اپنے دئے گئے موضوع پر کماحقہ خطاب فرما کر اسلام کے عالمی رواداری کے پیغام کو ملک وملت کے سامنے دلائل و براہین کی روشنی میں پیش کیا۔

اس کانفرنس میں جماعت اہل حدیث کے جید و مایہ ناز علماء کرام مدعو کئے گئے اورانہوں نے اپنے اپنے موضوعات پر مختصر وقت میں زبردست خطاب فرمایا اور اسلام کی حقانیت اور اس کی پاکیزہ تعلیمات جو انسانیت کے لئے زندگی کے ہر موڑ پر فائدے مند ہوں اور ملک کی ترقی کا ضامن بھی ہوں، اس طرح کے مختلف پہلوؤں پر بے لاگ تبصرہ کیا۔

جہاں ایک طرف ہندوستان کے جید علماء نے اس عظیم الشان کانفرنس میں صدائے حق بلند کی وہیں دوسری طرف امام حرم مسجد نبوی دکتور عبداللہ عبدالرحمٰن البعیجان نے اپنے تاریخی خطاب میں شہر رسول سے ہمارے درمیان آکر یہ مژدہ سنایا کہ ہمارا اور آپ کا منہج ایک ہے ہم ایک دوسرے سے اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں اور یہ کانفرنس ملک ہندوستان کی ایک عظیم اور قدیم جماعت کرا رہی ہے جن کی دعوت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وسلف صالحین کے طریقوں پر قائم ہے اس مبارک جمعیت کے علماء کرام اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر رہے ہیں اور منہج حق منہج اہل السنہ والجماعۃ پر قائم ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ہر سو گمراہی کا راج ہے ضرورت ہے کہ ان کی اصلاح کی جائے اور یہ ذمہ داری اہل سنت پر عائد ہوتی ہے اور یہ جماعت یہاں جماعت اہل حدیث ہے۔

آپ نے کہا کہ اس دنیا میں بہت سے مذاہب پائے جاتے ہیں اور ان کی مذہبی کتابیں بھی موجود ہیں۔ لیکن ان کتابوں میں سب سے مستند اور عظیم کتاب قرآن کریم ہے جو دنیا میں سب سے عظیم شخصیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ پر نازل کی گئی اور ہم ان کے امتی ہیں پھر ہم کدھر جا رہے ہیں؟

امام حرم مدنی نے احترام انسانیت پر مختلف پہلوؤں سے گفتگو کی اور اسے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ساری مخلوقات پر فوقیت بخشی اس کے بعد رسولوں کو ہر زمانے اور ہر قوم میں بھیجا تا کہ انہیں گمراہی سے بچایا جا سکے۔

آپ نے اپنے خطاب میں کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تکریم انسانیت کے ہر گوشے پر رہنمائی فرمائی۔ زوجیت کا مسئلہ ہو یا ان کے باہمی حقوق یہاں تک کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے وہاں سے اس کے مرنے تک کی ساری تعلیمات سے آگاہ فرمایا تا کہ انسانیت کو کہیں بھی زک نہ پہنچے۔

امام حرم حفظہ اللہ نے کہا کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے چغل خوری ،غیبت ، کینہ، حسد، عزت سے کھلواڑ اور تجارت میں دھوکے بازی سے منع فرمایا۔ یہ احترام انسانیت کے وہ پہلو ہیں جن پر نظر رکھنا بہت ضروری ہے یہی وہ اسلامی تعلیمات ہیں جو تمام مذاہب سے مذہب اسلام کو ممتاز کرتی ہیں۔

اسلام نے بشری احترام اور اس کے حقوق کی حفاظت کے لئے چھوٹے سے چھوٹے بڑے سے بڑے مسائل کو واضح طور پر امت مسلمہ کو سبق دیا ہے یہاں تک کہ یتیم بچوں کے حقوق اور مسافروں کے حقوق کو بھی بیان کر دیا ہے۔

کانفرنس کا موضوع تھا احترام انسانیت اور مذاہب عالم امام حرم مدنی نے اس موضوع پر بے مثال خطاب فرمایا جس نے کانفرنس کو کامیاب بنانے میں ایک اہم رول ادا کیا۔

ڈاکٹر عبدالکریم سلفی علیگ ممبئ

(۵)

لائق صد احترام امیر محترم، مولانا اصغر علی امام مہدی صاحب حفظہ اللہ ورعاہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ، آپ کی قیادت میں ہونے والی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس ایک عظیم اور تاریخی سنگ میل ثابت ہوئی ہے۔ کانفرنس کی کامیابی نے ہم سب کو ایک نئی روشنی، ایک نئی روح بخش دی ہے۔ آپ کی انتہائی محنت، لگن، اور ہمت کے باعث یہ کانفرنس نہ صرف ایک دینی اجتماع بن گئی بلکہ ایک مثالی نمونہ بھی پیش کیا جس نے اہل حدیث جماعت کو مزید قریب اور متحد کر دیا۔

یقیناً آپ کی جانب سے کی جانے والی اس تنظیمی محنت کی جتنی بھی تحسین کی جائے، کم ہے۔ آپ کی رہنمائی میں یہ کانفرنس نہ صرف ہندوستان بھر سے علماء کرام کا عظیم اجتماع بنی بلکہ اس میں مسجد نبوی کے امام صاحب کی تشریف آوری اور ان کا نماز پڑھنا ہمارے لیے ایک بہت بڑی عزت اور شرف کا باعث بن گیا۔ اس کانفرنس میں مختلف صوبوں کے بڑے بڑے علماء کی شرکت اور ان کی تقاریر نے ہمیں ایک نیا عزم دیا ہے اور ہمیں اپنے دین کے لیے مزید محنت کرنے کا جذبہ فراہم کیا ہے۔

ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ گجرات کے سرحدی علاقوں سے، اپنے گھروں سے دور، اس عظیم اجتماع کا حصہ بننے کے لیے پہنچے۔ ان کا جذبہ، ان کی لگن، اور ان کا ایمان، واقعی قابلِ رشک ہے۔ یہ سب آپ کی محبت اور رہنمائی کا نتیجہ ہے جس نے ہر ایک کو ایک ہی سمت میں اکٹھا کر دیا۔

دہلی میں ہونے والی اس کانفرنس میں اہل علم کی شرکت، آپ کے اہتمام، اور

سیکورٹی کے بہترین انتظامات نے اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید قوت دے تاکہ آپ اس طرح کے عظیم اجتماعات کو کامیاب بنانے کے لیے ہمیشہ سرگرم رہیں۔

ہم سب کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، اور ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کی رہنمائی میں جماعت اہل حدیث کی ترقی اور عظمت کا یہ سفر جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت مندرکھے، آپ کے علم میں اضافہ فرمائے، اور آپ کے کاموں کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔ والسلام

ایک ادنیٰ طالب علم

مولوی عبدالواحد گجراتی

(۲)

لائق صد احترام فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی رحفظہ اللہ وتولاہ

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

مشرقی یوپی کے قدیم دینی ادارہ جامعہ سراج العلوم کنڈؤبونڈیہار ضلع بلرام پور، یوپی کی جانب سے پینتیسویں (۳۵) آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس بعنوان: ''احترام انسانیت اور مذاہب عالم''میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ کے حسن انتظام وانصرام اور انتخاب عنوان سے دل باغ باغ ہوگیا۔

پروگرام کے کس کس گوشہ کی تعریف وتوصیف کی جائے، ہر جگہ حسن انتظام بہتر سے بہتر نظر آیا، جس سے قلب وجگر کو سرور اور زبان پر کلمۂ شکر جاری ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اخلاص وللّٰہیت میں اضافہ فرمائے، آمین۔

امیر جمعیت کا خطبۂ استقبالیہ، تعارف جمعیت وجماعت، خدمات ومساعی اور خطبۂ صدارت کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

امیر جماعت کی امارت وقیادت لائق مبارکباد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہے کہ کاروان اہل حدیث کو آپ اسی طرح رو بمنزل رواں دواں رکھیں اور آنے والے دنوں میں سسکتی وبلکتی قوم وملت کے لیے اسی قسم کے عنوان کا انتخاب اور کانفرنس کا انعقاد کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ فقط والسلام

ابوالکلام وسیم عمری

مدرس جامعہ سراج العلوم، کنڈؤبونڈیہار

ضلع: بلرام پور، یوپی

☆☆☆

ناظم عمومی صاحب کے لیے دعائے صحت کی اپیل: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی صاحب کافی دنوں سے علیل ہیں اور گڑگاؤں کے معروف ویدانتا ہاسپٹل میں ان کے لیور اور کڈنی کا ٹرانس پلانٹ ہونے والا ہے، جس کی کارروائیاں چل رہی ہیں۔ لیکن دو روز سے ان کی طبیعت مزید بگڑ گئی ہے اور ان کو ویدانتا ہاسپٹل کے انتہائی نگہداشت والے یونٹ میں رکھا گیا ہے۔ آپ حضرات سے ان کے لیے دعائے صحت کی مخلصانہ اپیل ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ اللھم اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لاشفاء الا شفاء ک شفاء لایغادر سقما۔ آمین (اپیل کنندہ: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

ہندوستان کی معروف دینی دانشگاہ جامعہ ریاض العلوم دھلی کے سابق ناظم اور معروف عالم دین مولانا عبدالرشید ازھری صاحب رحمہ اللہ کی اھلیہ محترمہ کا انتقال پُرملال: یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ہندوستان کی معروف دینی دانشگاہ جامعہ ریاض العلوم دہلی کے ناظم جناب عامر عبدالرشید صاحب کی والدہ ماجدہ اور سابق ناظم معروف عالم دین مولانا عبدالرشید ازہری صاحب رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ مورخہ ۲۷/دسمبر۲۰۲۴ء پونے 3 بجے بعمر تقریباً 70 سال ہارٹ اٹیک کے سبب انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نہایت خلیق وملنسار، مہمان نواز اور پابند صوم وصلاۃ خاتون تھیں۔ ان کے جنازے کی نماز جمعہ کی نماز کے بعد ادا کی گئی اور تدفین دہلی گیٹ قبرستان میں عمل میں آئی۔ پسماندگان میں جناب عامر عبدالرشید سمیت چار لائق وفائق صاحب زادے عبدالملک، عبدالحق عبدالمتین اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

انتقال پرملال: یہ خبر بڑے رنج وغم کے ساتھ سنی جائے گی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کارکن مولانا ضیاء الحق فیضی کے بڑے بہنوئی عبدالجبار بن سعید صاحب کا مورخہ ۲۵/دسمبر۲۰۲۴ء کو۸۲سال کی عمر میں کچھ دنوں کی علالت کے بعد انتقال پرملال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم صوم وصلوۃ کے پابند، ملنسار اور علماء کے قدردان تھے۔ ان کے پسماندگان میں پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں۔ جنازہ کی نماز حافظ اشرف نے پڑھائی۔ مرکزی جمعیت کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی ودیگر ذمہ داران اور کارکنان نے مولانا ضیاء الحق فیضی کے بہنوئی کے انتقال پر گہرے رنج وغم اور پسماندگان سے اظہار تعزیت اور مغفرت کی دعا کی ہے۔ (ادارہ) ☆☆

گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے
اورمکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمدﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اوردین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اورحکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اورتلاوت باعث ثواب اور جس پرعمل فوز وفلاح اورسعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہےاورقوموں کی عزت وذلت اورعروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پرعمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اورسوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کوخصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہرمیدان میں اوج کمال تک پہنچے۔لیکن بعد کےادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کماحقہ اورمضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پرخصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اورغوروفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمدﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اورمکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پرقائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیراثر بچوں کی ذہنی طور پرنشو ونما ہونے لگی۔لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظرعصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اورگاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔لہٰذا مکاتب کو بڑے اورعمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اورقرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اوراپنے گاؤں اورمحلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگرقائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اورانھیں دین وعقیدہ پرقائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کوایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اورملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہرطرح کے فتنے اورآزمائش سے محفوظ رکھے اورعالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغرعلی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے : (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292